اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ

ماهنامه
منہاج الحدیث

شمارہ نمبر:3

ستمبر بمطابق محرم الحرام 2020

مضامین

منہاج الحدیث

جھوتڑہ، شیخوپورہ، پاکستان

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡث

ماہنامہ منہاج الحدیث

چونترہ

شمارہ ستمبر، محرم الحرام 2020

قیمت:80روپے

سالانہ قیمت علاوہ ڈاک خرچ:950

اس شمارے میں

خط و کتابت

مکتبہ منہاج الحدیث

مقام اشاعت

چونترہ شیخوپورہ

0300-7015212

درس حدیث

میت کے غسل اور کفن کا بیان

عن أم عطية قالت : دخل علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ونحن نغسل ابنته فقال : اغسلنها ثلاثا أو خمسا أو أكثر من ذلك إن رأيتن ذلك بماء وسدر واجعلن في الاخرة كافورا أو شيئا من كافور فإذا فرغتن فآذنني فلما فرغنا آذناه فألقى إلينا حقوه وقال : أشعرنها إياه وفي رواية : اغسلنها وترا : ثلاثا أو خمسا أو سبعا وابدأن بميامنها ومواضع الوضوء منها .
وقالت فضفرنا شعرها ثلاثة قرون فألقيناها خلفها

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارے پاس رسول کریم ﷺ تشریف لائے جب کہ ہم آپ کی بیٹی سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا کو نہلا رہے تھے آپ نے فرمایا تم تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ اور اگر مناسب سمجھو (یعنی ضرورت ہو تو اس سے بھی زیادہ اسے پانی اور بیری کے پتوں سے (یعنی بیری کے پانی میں جوش دے کر اس پانی سے نہلاؤ (کیونکہ بیری کے پتوں کے جوش دیئے ہوئے پانی سے بہت زیادہ پاکی اور صفائی حاصل ہوتی ہے) اور آخری مرتبہ میں کافور یا یہ فرمایا کہ کافور کا کچھ حصہ (پانی میں) ڈال دینا۔ اور جب تم (نہلانے سے) فارغ ہوجاؤ تو مجھے خبر دینا، چنانچہ جب ہم فارغ ہوگئے تو آپ ﷺ کو اطلاع دی گئی، آپ نے اپنا تہبند ہماری طرف بڑھا دیا اور فرمایا کہ اس تہبند کو اس کے بدن سے لگا دو (یعنی اس تہ بند کو اس طرف کفن کے نیچے رکھ دو کہ وہ زینب کے بدن سے لگا رہے) اور ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اسے طاق یعنی تین بار یا پانچ بار یا سات بار غسل دو اور غسل اس کی دائیں طرف سے اور اس کے اعضاء وضو سے شروع کرو۔ حضرت ام عطیہ فرماتی ہیں کہ ہم نے ان کے بالوں کی تین چوٹیاں گوندھ کر ان کے پیچھے ڈال دیں۔ متفق علیہ، مشکوۃ المصابیح، کتاب: میت کو نہلانے اور کفنانے کا بیان، باب: غسل میت، رقم الحدیث: 1610

صیام یوم الجمعہ

تحریر: حافظ عبدالرحمن المعلمی

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم اما بعد!
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے اکیلے جمعہ کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے لیکن دو صورتوں میں جمعہ والے دن روزہ رکھنا جائز ہے
1) ایک آدمی کسی معمول کے مطابق کچھ ایام کے روزے رکھتا ہے تو اگر اس میں جمعہ کا دن بھی آ جائے تو اس کا روزہ رکھا جا سکتا ہے
2) اگر جمعہ سے ایک دن قبل یا بعد میں روزہ رکھا جائے پھر بھی جمعہ والے دن روزہ رکھنا جائز ہے
اس سے متعلقہ احادیث مختلف الفاظ کے ساتھ صحیحین میں موجود ہیں
1) جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ والے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔
صحیح البخاری رقم الحدیث :1984
2) سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ والے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہاں اگر کوئی اس سے ایک دن پہلے یا بعد بھی روزے رکھے (تو پھر جمعہ والے دن کا روزہ رکھنا جائز ہے)
صحیح البخاری رقم الحدیث:1985
3) جویریہ بنت الحارث بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم جمعہ والے دن ان کے پاس آئے تو انھوں نے روزہ رکھا ہوا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا کل بھی روزہ رکھا تھا ؟فرماتی ہیں میں نے کہا نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا کل روزہ رکھنا ہے ؟ فرماتی ہیں میں نے کہا نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:پس پھر تم روزہ افطار کر لو
صحیح البخاری رقم الحدیث:1986

4) سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جمعہ کے دن کو روزے کے ساتھ خاص نہ کرو ہاں اگر کوئی معمول کے مطابق رکھتا ہو (یعنی ایک آدمی کا معمول ہے کہ وہ ایک دن چھوڑ کر ایک دن روزہ رکھتا ہے تو ایسی صورت میں جمعہ کا روزہ رکھنا بھی جائز ہے جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے)
صحیح مسلم رقم الحدیث:1144
ان احادیث پر غور فرمائیں تو پتا چلتا ہے کہ پہلی حدیث میں جمعہ کے روزہ کی مطلق نہی ہےدوسری روایت میں اگر اس سے ایک دن قبل یا بعد میں رکھنے کی رخصت دی گئی ہے تیسری حدیث کی رو سے اگر کوئی روزہ معمول کے مطابق جمعہ کو آ جائے تو اسے بھی رکھا جا سکتا ہے ۔
حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ ان احادیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:
"وهذه الأحاديث تقيد النهي المطلق في حديث جابر ويؤخذ من الاستثناء جوازه لمن صام قبله أو بعده أو اتفق وقوعه في أيام له عادة بصومها كمن يصوم أيام البيض أو من له عادة بصوم يوم معين كيوم عرفة، فوافق يوم الجمعة"
یہ احادیث جابر والی حدیث میں وارد مطلق نہی کو مقید کرتی ہیں
اس استثناء سے بعض صورتوں میں جمعہ کے دن روزے کا جواز بھی ثابت ہوتا ہے مثلا ایک آدمی جمعہ سے ایک دن قبل یا بعد میں روزہ رکھے یا جمعہ کا دن معمول کے مطابق آ جائے ایک آدمی ایام بیض کے روزے رکھتا ہے یا عرفہ کا روزہ رکھتا ہے یا آدمی کی عادت ہے کہ وہ کسی بھی معین دن کا روزہ رکھتا ہے تو اگر وہ دن جمعہ کا ہو تو روزہ رکھنا جائز ہے
فتح الباری شرح صحیح البخاری رقم الحدیث: 185
اس مسئلہ میں فقہائے دین کے اقوال:
1) امام ابو حنیفہ امام مالک رحمھما اللہ مطلقا اس کے جواز کے قائل ہیں ۔
امام مالک فرماتے ہیں:
"لَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْفِقْهِ، وَمَنْ يُقْتَدَى بِهِ يَنْهَى عَنْ صِيَامِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ، وَصِيَامُهُ حَسَنٌ، وَقَدْ رَأَيْتُ بَعْضَ أَهْلِ الْعِلْمِ يَصُومُهُ"
اہل علم میں سے میں نے کسی کے متعلق بھی نہیں سنا جو جمعہ کے روزہ سے منع کرتا ہو ۔
جمعہ کا روزہ رکھنا اچھا کام ہے ۔
میں نے بعض اہل علم کو دیکھا ہے وہ جمعہ کا روزہ رکھتے تھے
الموطا للمالک رقم الحدیث: 865

امام مالک رحمہ اللہ کو اس سے متعلق احادیث نہیں ملیں اس لیے ان کا یہ نظریہ تھا۔امام نووی فرماتے ہیں:

"فهذا الذ قاله هو الذ قد غير خلاما هو السنة مقدمة على ما هو غير قد ثبت النهي عن صو

يو الجمعة فيتعين القو به مالك معذ فإنه لم يبلغه"

امام مالک نے اہل علم کا جو عمل دیکھا وہ بیان کر دیا اور امام مالک کے علاوہ اہل علم نے اس کے برعکس دیکھا تو انھوں نے وہ بیان کر دیا۔

سنت سب کے اقوال پر مقدم ہے۔جمعہ والے دن روزہ کی نہی رسول اللہ سے ثابت ہے اور یہی بات متعین ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ معذور ہیں کیونکہ ان کو حدیث نہیں ملی۔

احناف کی دلیل عبداللہ بن مسعود والی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم جمعہ والے دن عموما روزہ ہی رکھتے تھے۔

بفرض صحت روایت ۔۔ معنی بیان کرتے ہوئے علامہ عینی فرماتے ہیں:

اگر کوئی آدمی کہے کہ ان روایات میں تعارض ہے۔

ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ والے دن روزہ رکھنے سے منع بھی فرما رہے ہیں دوسری طرف خود روزہ بھی رکھ رہے ہیں ؟

امام عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لا نسلم هذ المعاضة لأنه لا لالة فيها على نه صلى الله عليه سلم صا يو الجمعة حد، فنهيه

صلى الله عليه سلم عن صو يو الجمعة في هذ الأحايث يد على صومه يو الجمعة لم يكن في

يو الجمعة حد، بل نما كا يو قبله بيو بعد، لك لأنه لا يجو يحمل فعله على مخالفة مر لا

بنص صريح صحيح، فحينئذ يكو نسخا تخصيصا، كل احد منهما منتف"

ہم اس تعارض کو تسلیم ہی نہیں کرتے کیونکہ ان احادیث میں اس بات کا ذکر موجود نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اکیلے جمعہ کے دن کا ہی روزہ رکھتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جمعہ والے دن روزہ رکھنے سے منع کرنا ہی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ سے ایک دن قبل یا بعد کا روزہ رکھتے تھے۔

کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو آپ کے قول کے مخالف محمول کرنا جائز نہیں ہے الا کہ جہاں صریح نص موجود ہو اس وقت وہاں تخصیص یا نسخ ہو گا جبکہ یہاں ایسا کوئی معاملہ نہیں ہے۔

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد: 11 صفحہ:104

امام ابن حزم رحمہ اللہ نے بھی اس رویت کا یہی معنی بیان کیا ہے
المحلی جلد: 4 صفحہ: 441
معلوم ہوا کہ احناف کا بھی مطلقا جواز والا نظریہ درست نہیں ہے
2) امام شافعی رحمہ اللہ کا نظریہ نقل کرنے والوں میں اختلاف ہے بعض نے ان سے مشروط جواز نقل کیا ہے
امام مزنی امام شافعی سے نقل کرتے ہیں کہ اگر وہ عبادت جو آدمی روزہ نہ رکھ کر کر سکتا ہے وہ روزہ رکھ کر کر لے اور روزہ اس عبادت میں رکاوٹ نہ بنے تو پھر روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے بصورت دیگر روزہ رکھنا جائز نہیں ہے
امام بیہقی فرماتے ہیں:
هذا الحديث نما سمعه الشافعي، مطلقا في النهي، فجر على طلاقه في النهي عن صومه على

الاختيا لمن كا اصا منعه من الصلا ما لو كا مفطرا فعله
امام شافعی رحمہ اللہ نے مطلقا نہی والی روایت کو سنا تو اسی کے مطابق مطلق نہی کا فتویٰ ہی دیا اس شخص کے لیے جس کا روزہ اس کو ان عبادات سے روکتا جو وہ شخص روزہ نہ رکھ کر کیا کرتا تھا
معرفة السنن و الآثار جلد:6 صفحہ: 375
بعض اہل علم نے امام شافعی سے مطلقا کراہت نقل کی ہے اور امام شافعی کی یہی رائے درست معلوم ہوتی ہے کہ ان کا نقطہ نگاہ مطلق کراہت والا تھا۔
امام نووی المجموع میں فرماتے ہیں کہ امام شافعی کی دلیل حدیث ابن مسعود ہے ۔
اس کا جواب اوپر احناف کے دلائل کے رد میں دیا جا چکا ہے۔
3) حنابلہ کا نقطہ نظر اس حوالہ سے سب سے بہتر اور اقرب الی الصواب ہے
امام ابن قدامہ فرماتے ہیں:
"يكر فرا يو الجمعة بالصو، لا يوافق لك صوما كا يصومه، مثل من يصو يوما يفطر

يوما فيوافق صومه يو الجمعة، من عاته صو يو من الشهر، خر، يو نصفه، نحو لك.

نص عليه حمد، في اية الأثر. قا: قيل لأبي عبد الله: صيا يو الجمعة؟ فذكر حديث النهي

يفر، ثم قا: لا يكو في صيا كا يصومه، ما يفر فلا. قا: قلت: جل كا يصو يوما يفطر

يوما، فوقع فطر يو الخميس، صومه يو الجمعة، فطر يو السبت، فصا الجمعة مفرا؟

فقا: هذا الآ لم يتعمد صومه خاصة، نما كر يتعمد الجمعة"

اکیلے جمعہ کے دن کا روزہ رکھنا مکروہ ہے ۔
اگر کسی آدمی کے معمول کے مطابق جمعہ کا دن آ جائے مثلا ایک آدمی ایک دن روزہ رکھتا ہے ایک دن چھوڑ دیتا ہے یہ ایک آدمی کا معمول ہے کہ وہ مہینہ کے پہلے دن کا روزہ رکھتا ہے یا اسی طرح کسی آدمی کا کوئی بھی معمول ہے اس میں جمعہ کا دن آ جائے تو اس کا روزہ رکھنا جائز ہے ۔
امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا یہی نظریہ امام اثرم نے نقل کیا ہے ۔
امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے جمعہ کے روزے کے متعلق سوال کیا گیا تو امام صاحب نے ممانعت والی روایت کو ذکر کیا پھر کہا اگر کوئی معمول کے مطابق رکھتا ہے تو جائز ہے ۔
امام صاحب سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی ایک دن روزہ رکھتا ہے ایک دن روزہ ترک کرتا ہے اس کے روزہ چھوڑنے کا دن جمعرات بنتا ہے پھر وہ جمعہ کو روزہ رکھتا ہے پھر وہ ہفتہ کو چھوڑ دیتا ہے تو کیا یہ جائز ہے ؟
امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: اس شخص نے قصدا جمعہ کا روزہ نہیں رکھا جو ممانعت ہے وہ اس شخص کے لیے ہے جو قصدا جمعہ کا روزہ رکھتا ہے ۔
المغنی ابن قدامہ جلد:3 صفحہ: 170
4) امام ابن حزم الظاہری رحمہ اللہ کا بھی یہی نظریہ ہے جس کی تفصیل حنابلہ کے موقف میں گزری ہے اور امام ابن حزم فرماتے ہیں: یہی قول امام مجاھد امام ابراہیم نخعی امام شعبی اور امام محمد بن سیرین کا ہے
المحلی جلد:1 صفحہ : 441
5) امام ابن المنذر رحمہ اللہ کا بھی یہی نظریہ ہے
الاقناع جلد:1 صفحہ: 196
جمعہ والے دن روزہ رکھنے سے ممانعت کا سبب کیا ہے ؟
اس متعلق اہل علم نے مختلف توجیہات پیش کی ہیں چند ایک آپ احباب کی نذر کرتا ہوں۔
1) امام نووی فرماتے ہیں:
"الحكمة في النهي عنه يو الجمعة يوعاء كرعبا من الغسل التبكير لى الصلاانتظاها استما الخطبة كثا الذكر بعدها القو الله تعالى فإ ا قضيت الصلافانتشرا في الأ ابتغوا من فضل الله ا كرا الله كثيرا غير لك من العبا في يوها فاستحب الفطر فيه فيكو عوله على هذ الوظائف انها بنشا انشرا لها التذا بها من غير ملل"

جمعہ کے روزے سے ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ جمعہ کا دن دعا ذکر الہیٰ عبادات جس میں غسل اول وقت میں مسجد کی طرف جانا خطبہ کا انتظار کرنا خطبہ کو سننا اور اس کے بعد کثرت سے اللہ کا ذکر کرنا اللہ رب العزت کے اس فرمان کی وجہ سے "پس جب نماز مکمل ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے "اور اس کے علاوہ دیگر عبادات ہیں جو اس دن کی جاتی ہیں اس لیے مستحب یہی ہے کہ آدمی اس دن روزہ نہ رکھے تاکہ ان مذکورہ عبادات کو چستی اور بغیر تھکاوٹ کے ادا کر سکے۔
شرح صحیح مسلم النووی جلد:8 صفحہ: 20

امام نووی رحمہ اللہ نے اسی کو ترجیح دی ہے لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں مختلف توجیہات کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"وأقوى الأقوال وأولاها بالصواب أولها، وورد فيه صريحا حديثان: أحدهما رواه الحاكم وغيره من طريق عامر بن لدين عن أبي هريرة مرفوعا: " يوم الجمعة يوم عيد، فلا تجعلوا يوم عيدكم يوم صيامكم، إلا أن تصوموا قبله أو بعده ". والثاني رواه ابن أبي شيبة بإسناد حسن عن علي وقال: " من كان منكم متطوعا من الشهر فليصم يوم الخميس، ولا يصم يوم الجمعة؛ فإنه يوم طعام وشراب وذكر"

تمام اقوال میں سے سب سے بہتر بات وہی ہے جس کو ہم نے سب سے پہلے ذکر کیا ہے (سب سے پہلے امام ابن حجر رحمہ اللہ نے اس توجیہ کو ذکر کیا ہے کہ یہ عید کا دن ہے اس لیے اس کا روزہ نہیں رکھنا چاہیے)۔

اس متعلق دو صریح روایات موجود ہیں

1) امام حاکم نے سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جمعہ کا دن تمہاری عید کا دن ہے اس کو اپنے روزے کا دن نا بناؤ ہاں اگر تم اس سے قبل یہ بعد میں روزہ رکھو۔

2) دوسری روایت جس کو امام ابن ابی شیبہ نے حسن سند کے ساتھ سیدنا علی سے روایت کیا ہے :تم میں سے جو شخص نفلی روزہ رکھنا چاہتا ہے تو جمعرات کے دن کا رکھے جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھے کیونکہ یہ کھانے پینے اور ذکر کے ایام ہیں
فتح الباری شرح صحیح البخاری رقم الحدیث: 1986

اس سے متعلقہ تفصیلی اقوال شرح صحیح مسلم نووی جلد 8 صفحہ:19، فتح الباری شرح صحیح البخاری لابن حجر جلد :4 صفحہ : 233 ، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری للعینی جلد:11 صفحہ: 105 میں دیکھے جا سکتے ہیں

خلاصہ کلام

جمعہ کا روزہ اگر معمول کے مطابق آ جائے یہ اس قبل یہ بعد والے دن کا روزہ رکھ لیا جائے تو جائز ہے وگرنہ قصدا جمعہ کا ہی روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔

هذا ما عندي والله تعالى اعلم بالصواب

اصول حدیث مقدمہ ابنِ صلاح

شیخ الحدیث عبدالستار الحماد
ترتیب : حیدر علی سلفی

سوال نمبر 6 بعض ضعیف روایات کئی ایک طرق سے مروی ہونے کے باوجود بھی ضعیف رہتی ہیں ایسا کیوں ہوتا ہے۔؟

جواب ضعیف حدیث میں جو کمزوری پائی جاتی ہے اس کی کئی ایک اقسام ہیں بعض کمزوریاں ایسی ہوتی ہیں جو کثرت طرق سے دور ہو جاتی ہیں اور بعض ایسی ہوتی ہیں جن کی کثرت طرق سے تلافی نہیں ہو سکتی مثلاً ایک حدیث اس لئے ضعیف ہے کہ اس کے بیان کرنے والے کے حافظہ میں کچھ کمی پائی جاتی ہے۔ البتہ وہ صداقت، دیانت اور امانت میں کوئی کمی نہیں رکھتا ہے اس طرح کی روایت کو جب ہم کسی اور طریق سے پاتے ہیں تو ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ پہلی روایت کے بیان کرنے والے کی بات صحیح ہے اور اس کے حافظہ نے اس سلسلۂ میں کوئی خیانت نہیں کی ہے اسی طرح ہمارے پاس ایک مرسل روایت پہنچتی ہے جسے کسی بڑے امام نے بیان کیا ہے اس طرح کی روایت جب کسی اور طریق سے بیان ہو تو مرسل روایت بھی درجہ صحت کو پہنچ جاتی ہے۔ اس کے برعکس اگر کسی روایت میں بہت اونچے درجے کا ضعف ہو کہ اس میں کوئی ایسا راوی موجود ہے جو متہم بالکذب ہے یا وہ روایت کسی دوسری صحیح روایت کے خلاف ہے تو اس طرح کا ضعف کسی صورت میں زائل نہیں ہو گا خواہ وہ کتنے ہی طرق سے مروی ہو۔

سوال نمبر 7 جب صحیح اور حسن دو الگ الگ حدیثیں ہیں تو بعض ائمہ کسی حدیث کے متعلق حسن صحیح کہہ دیتے ہیں اس کا کیا مطلب ہے ؟

جواب سب سے پہلے جس محدث نے حسن روایات کو شہرت دی وہ امام ابو عیسیٰ الترمذی ہیں کیونکہ وہ بار بار اپنی کتاب میں یہ اصطلاح استعمال کرتے ہیں "**هذا حديث حسن**" یا "**هذا حديث حسن صحيح**" البتہ حسن صحیح کے متعلق محدثین کرام نے کئی ایک جوابات دیئے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے :

❶ ان الفاظ کا تعلق سند حدیث سے ہے یعنی اگر کوئی روایت دو سندوں سے مروی ہے جس کی ایک سند حسن اور دوسری صحیح ہے تو امام ترمذی اس کے متعلق حسن صحیح کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ لیکن یہ جواب اسی صورت میں درست ہو سکتا ہے جب وہ روایت دو یا دو سے زائد سندوں سے مروی ہو۔ اگر وہ روایت ایک ہی سند سے مروی ہے تو پھر یہ جواب درست نہیں رہے گا۔

❷ حسن سے مراد اس کا لغوی معنی ہے یعنی اس حدیث میں کوئی ایسی بات بیان ہوئی ہے جس کی طرف دل کا جھکاؤ اور نفس کا میلان ہے۔ اس سے مراد اصطلاحی معنی نہیں ہے اس جواب پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ ایسی موضوع روایت جس کے الفاظ بہترین ہوں اور اس میں کوئی اچھی بات بیان ہو اسے بھی

❸ اس جملہ میں "أوْ" کا لفظ محذوف ہے یعنی راوی کے متعلق محدثین کا اختلاف ہے بعض اسے ثقہ کہتے ہیں اور کچھ اسے ضعیف قرار دیتے ہیں اس بناء پر مذکورہ روایت حسن یا صحیح ہے۔

یہ بات بھی یادر کھنے کے قابل ہے کہ **هذا حديث صحيح** اور **هذا حديث صحيح الاسناد** میں بہت فرق ہے جیسا کہ **هذا حديث حسن** اور **هذا حديث حسن الاسناد** میں نمایاں فرق ہے کیونکہ **هذا حديث صحيح** اور **هذا حديث حسن** کا مطلب یہ ہے کہ حدیث مذکورہ سند اور متن کے لحاظ سے بالکل صحیح یا حسن ہے جبکہ صحیح الاسناد یا حسن الاسناد میں صرف صحت سند یا حسن سند کا بیان ہے متن کا بیان نہیں ہے۔

سوال نمبر 8 حسن روایات کے متعلق امام بغوی یا امام ابو داؤد کی اصطلاحات میں کیا فرق ہے۔؟

جواب امام بغوی نے اپنی کتاب "**المصابيح**" میں ایک خاص اصطلاح استعمال کی ہے کہ جو بخاری اور مسلم کی روایات ہیں انہیں "**الصحاح**" کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور جو ان کے علاوہ ہیں انہیں "**الحسان**" کہتے ہیں اس "**الحسان**" سے مراد حسن روایات نہیں ہیں بلکہ ان کی یہ خاص اصطلاح ہے۔

حسن روایات کو تلاش کرنے کے لئے امام ابو داؤد کی کتاب "**السنن**" ہے اس میں وہ فرماتے ہیں کہ "میں نے اس کتاب میں صحیح روایات ذکر کی ہیں یا صحیح کے قریب قریب اور اس سے ملتی جلتی روایات کو جمع کیا ہے۔"

نیز وہ فرماتے ہیں کہ "میری اس کتاب میں جو سخت ضعیف روایت ہو گی اسے میں بیان کر دوں گا اور جس حدیث کے متعلق میں کچھ بیان نہ کروں وہ قابل حجت ہو گی۔" محدث ابن الصلاح کے نزدیک اگر کوئی روایت ابو داؤد میں ایسی آجائے جو **صحیحین** میں نہیں ہے اور اس کی صحت پر کسی محدث نے کوئی اعتراض نہیں کیا ہے اور امام ابو داؤد نے بھی سکوت فرمایا ہے وہ روایت حسن درجہ کی ہو گی لیکن یہ قانون مطلق طور پر صحیح نہیں ہے بلکہ امام ابو داؤد بعض ایسی روایات پر بھی سکوت کر جاتے ہیں جو انتہا درجہ کی ضعیف ہوتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام ابو داؤد کے نزدیک انسان کی اپنے رائے کے مقابلہ میں حدیث ضعیف زیادہ وزن رکھتی ہے۔ لہذا وہ کسی امام کا قول یا رائے بیان کرنے کی بجائے ضعیف حدیث پیش کر دیتے ہیں اور اس پر سکوت اختیار فرماتے ہیں۔

سوال نمبر 9 مسند اور متصل کی تعریف کریں۔؟

جواب محدث ابن الصلاح نے مسند کی تعریف میں تین مختلف اقوال پیش کیے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

❶ امام ابو بکر خطیب بغدادیؒ کے نزدیک مسند کی تعریف یہ ہے کہ "جس روایت کی سند شروع سے آخر تک متصل ہو" اس تعریف میں وہ موقوف روایات اور تابعین کے اقوال بھی آجاتے ہیں جو متصل سند سے مروی ہوں اگرچہ استعمال کے لحاظ سے مسند کی تعریف میں وہی روایات آتی ہیں جو رسول ﷺ سے منقول ہوں۔

❷ ابو بکر عمرو بن عبد البرؒ نے مسند کی تعریف یوں کی ہے کہ "جو روایت رسول ﷺ کی طرف منسوب ہو اسے مسند کہا جائے گا" اس تعریف میں منقطع اور معضل روایات بھی شامل ہو جاتی ہیں حالانکہ کسی امام نے بھی ان روایات کو مسند میں شامل نہیں کیا ہے۔

❸ امام حاکم نے اس کی تعریف یوں کی ہے کہ "مسند وہ روایت ہے جس کی سند متصل ہو اور وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہو۔

یہ آخری تعریف صحیح ہے اسی پر محدثین نے اتفاق کیا ہے۔

متصل کی تعریف: اس کا دوسرا نام موصول بھی ہے اس سے مراد وہ روایات ہیں جن میں ایک راوی اپنے سے اوپر والے سے براہ راست بیان کرے اور یہ سلسلہ شروع سند سے آخر سند تک قائم رہے۔ متصل روایات مرفوع بھی ہو سکتی ہیں اور موقوف پر بھی ان کا اطلاق ہو سکتا ہے۔

متصل مرفوع کی مثال: مالك عن ابن شهاب عن سالم عن ابن عمر عن رسول الله ﷺ

متصل موقوف کی مثال: مالك عن نافع عن ابن عمر عن عمر رضی الله عنهما

واضح رہے کہ تابعین کے اقوال کو متصل نہیں کہا جائے گا ہاں اگر امام کے نام کے ساتھ انہیں مقید کر دیا جائے جیسے "**متصل إلى زهری**" یا "**متصل إلى مالك**" تو جائز ہے۔

سوال نمبر 10 مرفوع کی تعریف اور اس کی اقسام بیان کریں؟

جواب مرفوع وہ روایت ہے جو خاص طور پر رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہو مرفوع کی اس تعریف

میں متصل ، منقطع اور مرسل روایات بھی شامل ہو جاتی ہیں کیونکہ ان کا انتساب بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف ہوتا ہے۔ محدثین کے ایک گروہ کے نزدیک مرفوع اور مسند میں کوئی فرق نہیں ہے جبکہ اکثریت کا خیال ہے کہ منقطع اور متصل روایات تو مرفوع کی تعریف میں شامل ہیں لیکن مسند وہی روایت ہوگی جو متصل ہونے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہو۔ البتہ خطیب بغدادی نے اس کی تعریف یوں کی ہے :

"مرفوع وہ روایت ہے کہ جس میں ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کی بات یا آپ کا عمل نقل کرے۔"

اس تعریف سے تابعین کی بیان کردہ مرسل روایات مرفوع کی تعریف سے خارج ہو جاتی ہیں جب محدثین مرفوع روایت کو مرسل کے مقابلہ میں بیان کریں تو اس سے مراد مرفوع متصل ہوتی ہے۔

مرفوع کی اقسام

مندرجہ ذیل اقسام بھی مرفوع کے حکم میں شامل ہیں :

۱ صحابی کا یہ کہنا کہ "کنانفعل" یا" **کنانقول فی عهد رسول ﷺ او فی حیاته**"

ہم یہ کام یا یہ بات رسول ﷺ کے عہد مبارک یا زندگی میں کیا کرتے تھے یا کہا کرتے تھے۔

۲ **کنالا نریٰ بأسًا ورسول اللہ ﷺ فینا** ہم رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں اس کام یا بات کے متعلق کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے۔

۳ **اُمرنا یانهینا یا من السنة** کے الفاظ استعمال کئے جائیں یعنی ہمیں حکم دیا جاتا تھا یا ہمیں منع کیا جاتا تھا یا سنت سے ہے وغیرہ۔

۴ تابعی کسی صحابی کے متعلق یہ الفاظ استعمال کرے **یرفع الحدیث ،ینمیه یبلغه یا یرویه**

۵ صحابہ کرام ؓ کے ایسے اقوال وافعال جن میں رائے اور قیاس کو دخل نہ ہو۔

۶ سبب نزول کے متعلق صحابہ کرام ؓ کی تفسیری روایات

۷ گزشتہ امور کے متعلق روایات

۸ پیش گوئی کے طور پر بیان کی گئی روایات ،یہ سب مرفوع کے حکم میں ہیں۔

دوسری قسط.......جاری

مسلہ رفع الیدین اور تفسیر ابن عباس

محدث کبیر حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ
ترتیب واضافہ: حیدر علی السلفی

سورة الفاتحة ـــــــــ ٣

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

وصلى الله على سيدنا محمد وآله أجمعين (أخبرنا) عبد الله الثقة ابن المأمون الهروي قال أخبرنا أبي قال أخبرنا أبو عبد الله قال أخبرنا أبو عبيد الله محمود بن محمد الرازي قال أخبرنا عمار بن عبد المجيد الهروي قال أخبرنا علي بن إسحاق السمرقندي عن محمد بن مروان عن الكلبي عن أبي صالح عن ابن عباس قال الباء بهاء الله وبهجته وبلاؤه وبركته وابتداء اسمه باريء السين سناؤه وسموه أي ارتفاعه وابتداء اسمه سميع الميم ملكه ومجده ومنته على عباده الذين هداهم الله تعالى للإيمان وابتداء اسمه مجيد (الله) معناه الخلق يألهون ويتألهون إليه أي يتضرعون إليه عند الحوائج ونزول الشدائد (الرحمن) العاطف على البر والفاجر بالرزق لهم ودفع الآيات عنهم (الرحيم) خاصة على المؤمنين بالمغفرة وإدخالهم الجنة ومعناه الذي يستر عليهم الذنوب في الدنيا ويرحمهم في الآخرة ليدخلهم الجنة.

سُورَةُ الفَاتِحَةِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ﴿١﴾
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٢﴾ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ﴿٣﴾ مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٤﴾
إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴿٥﴾ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿٦﴾
صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ
وَلَا الضَّالِّينَ ﴿٧﴾

ومن سورة فاتحة الكتاب وهي مدنية ويقال مكية

وبإسناده عن ابن عباس في قوله تعالى ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ﴾ يقول الشكر لله وهو أن صنع إلى خلقه فحمدوه ويقال الشكر لله بنعمه السوابغ على عباده الذين هداهم للإيمان ويقال الشكر والوحدانية والإلهية لله الذي لا ولد له ولا شريك له ولا معين له ولا وزير له ﴿رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ رب كل ذي روح دب على وجه الأرض ومن أهل السماء ويقال سيد الجن والإنس ويقال خالق الخلق ورازقهم ومحولهم من حال إلى حال ﴿الرَّحْمَٰنِ﴾ الرقيق من الرقة وهي الرحمة ﴿الرَّحِيمِ﴾ الرفيق ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ﴾ قاضي يوم الدين وهو يوم الحساب والقضاء فيه بين الخلائق أي يوم يدان فيه الناس بأعمالهم لا قاضي غيره ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾ لك نوحد ولك نطيع ﴿وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ نستعين بك على عبادتك ومنك نستوثق على طاعتك ﴿اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ أرشدنا للدين القائم الذي ترضاه وهو الإسلام، ويقال ثبتنا عليه ويقال هو كتاب الله يقول اهدنا إلى حلاله وحرامه وبيان ما فيه ﴿صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ دين الذين مننت عليهم بالدين وهم أصحاب موسى من قبل أن تغير عليهم نعم الله بأن ظلل عليهم الغمام وأنزل عليهم المن والسلوى في التيه ويقال هم النبيون ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ﴾ غير دين اليهود الذين غضبت عليهم وخذلتهم ولم تحفظ قلوبهم حتى تهودوا ﴿وَلَا الضَّالِّينَ﴾ ولا دين النصارى الذين ضلوا عن الإسلام ﴿آمِينَ﴾ كذلك تكون أمته ويقال فليكن كذلك، ويقال ربنا افعل بنا كما سألناك والله أعلم.

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على عبده ورسوله نبينا محمد وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين

احناف دیوبند اور بریلوی مکتب فکر کے ہاں ایک تفسیری مجموعہ بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے جس کو تفسیر ابن عباس کے نام سے موسوم کر کے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے، جو کے بلکل سیاہ جھوٹ ہے، چند دن پہلے ماہنامہ منہاج الحدیث کے نائب مدیر سید فرخ شاہ حفظہ اللہ تعالی کو ایک دیوبندی دوست نے اسی تفسیر ابن عباس کا حوالہ دیتے ہوئے بطور دلیل پیش کیا،جس کا عکس آپ سند اور متن کے ساتھ ملاحظہ کر چکے ہیں،اس تفسیر کی حقیقت امام اسماء الرجال محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ واضح کر چکے ہیں محدث زئی رحمہ اللہ کی وضاحت کو یہاں نقل کیا گیا ہے یاد رہے حنفی تفسیر ابن عباس بار بار پیش کر رہے ہیں مگر اس پر موجود جرح کا جواب آج تک نہیں دیا گیا والحمدللہ (السلفی)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:﴿الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ﴾

اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔[المؤمنون:۲]

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس آیتِ کریمہ کی تشریح میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"ولا يرفعون أيديهم في الصلوٰة" اور نماز میں اپنے ہاتھ نہیں اٹھاتے۔

[دیکھئے التفسیر المنسوب الی ابن عباس ص ۲۱۲]

بعض لوگ درج بالا عبارت کا درج ذیل ترجمہ کرتے ہیں:

''جو نمازوں کے اندر رفع یدین نہیں کرتے''

[مجموعہ رسائل اوکاڑوی ج ا ص ۱۸۲، تحقیق مسئلہ رفع یدین ص ۶]

عرض ہے کہ یہ ساری کی ساری تفسیر مکذوب وموضوع ہے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہی نہیں ہے۔

اس تفسیر کے شروع میں درج ذیل سند لکھی ہوئی ہے:

" (أخبرنا) عبدالله الثقة ابن المأمور الهروي قال: أخبرنا أبي قال: أخبرنا أبو عبدالله قال: أخبرنا أبو عبيدالله محمود بن محمد الرازي قال: أخبرنا عمار بن عبدالمجيد الهروي قال: أخبرنا علي بن إسحاق السمرقندي عن محمد بن مروان عن الكلبي عن أبي صالح عن ابن عباس قال..." [تنویر المقباس، تفسیر ابن عباس للفیروزآبادی الشافعی ص ۲]

اس تفسیر کی سند کے دو بنیادی راوی (۱) محمد بن مروان السدی (۲) اور محمد بن السائب الکلبی دونوں کذاب ہیں۔

محمد بن مروان السدی کا تعارف

محمد بن مروان السدی کے بارے میں محدثین کے چند اقوال درج ذیل ہیں:

۱۔ بخاری نے کہا: **سكتوا عنه** یہ متروک ہے۔[التاریخ الکبیر۱/۲۳۲]

لا يكتب حديثه البتة،اس کی حدیث بالکل لکھی نہیں جاتی۔[الضعفاء الصغیر:۳۵۰]

۲۔ یحییٰ بن معین نے کہا: **ليس بثقة** وہ ثقہ نہیں ہے۔[الجرح والتعدیل ج۸ص۸۶وسندہ صحیح]

۳۔ ابو حاتم رازی نے کہا: **هو ذاهب الحديث، متروك الحديث، لا يكتب حديثه البتة**،وہ حدیث میں گیا گزرا ہے،متروک ہے،اس کی حدیث بالکل لکھی نہیں جاتی۔

[الجرح والتعدیل ۸/۸۶]

۴۔ نسائی نے کہا: ''**يروي عن الكلبي ، متروك الحديث**'' وہ کلبی سے روایت کرتا ہے،حدیث میں متروک ہے۔[الضعفاء والمتروکون:۵۳۸]

۵۔ یعقوب بن سفیان الفارسی نے کہا: **وهو ضعيف غير ثقة**[المعرفۃ والتاریخ ۳/۱۸۶]

۶۔ ابن حبان نے کہا:''**كان ممن يروي الموضوعات عن الأثبات، لا يحل كتابة حديثه إلا علىٰ جهة الإعتبار ولا الإحتجاج به بحال من الأحوال**''

یہ ثقہ راویوں سے موضوع روایتیں بیان کرتا تھا،پرکھ کے بغیر اس کی روایت لکھنا حلال نہیں ہے۔کسی حال میں بھی اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں ہے۔[المجروحین ۲/۲۸۶]

۷۔ ابن نمیر نے کہا: کذاب ہے۔

[الضعفاء الکبیر للعقیلی ۴/۱۳۶وسندہ حسن،یاد رہے کہ الضعفاء الکبیر میں غلطی سے ابن نمیر کے بجائے ابن نصیر چھپ گیا ہے]

۸۔ حافظ ہیثمی نے کہا:''**وهو متروك**''[مجمع الزوائد ۸/۹۹]''**أجمعوا علىٰ ضعفه**'' اس کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے۔[مجمع الزوائد ۱/۲۱۴]

۹۔ حافظ ذہبی نے کہا:''**كوفي متروك متهم**''[دیوان الضعفاء:۳۹۶۹]

۱۰۔ حافظ ابن حجر نے کہا:''**متهم بالكذب**''[تقریب التہذیب:۶۲۸۴]

دیوبندی حلقہ کے نزدیک موجودہ دور کے ''امام اہلسنت'' سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں: ''اور محمد بن مروان السدی الصغیر کا حال بھی سن لیجئے''
امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس کی روایت ہرگز نہیں لکھی جا سکتی۔

[ضعفاء صغیر امام بخاری ص ۴۹]

اور امام نسائی فرماتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ [ضعفاء امام نسائی ص ۵۲]
علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ حضرات محدثین کرام نے اس کو ترک کر دیا ہے اور بعض نے اس پر جھوٹ بولنے کا الزام بھی لگایا ہے۔ امام ابن معین کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ جھوٹ اس کی روایت پر بالکل بین ہے۔ [میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۳۲]
امام بیہقی فرماتے ہیں کہ وہ متروک ہے۔ [کتاب الاسماء والصفات ص ۳۹۴]
حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ وہ بالکل متروک ہے۔ [تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱۵]
علامہ سبکی لکھتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے۔ [شفاء السقام ص ۳۷]
علامہ محمد طاہر لکھتے ہیں کہ وہ کذاب ہے (تذکرہ الموضوعات ص ۹۰)
جریر بن عبدالحمید فرماتے ہیں کہ وہ کذاب ہے، ابن نمیر کہتے ہیں کہ وہ محض ہیچ ہے۔ یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے۔ صالح بن محمد فرماتے ہیں کہ وہ ضعیف تھا ''وکان یضع'' (خود جعلی حدیثیں بنایا کرتا تھا) ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے اس کی حدیث ہرگز نہیں لکھی جا سکتی۔'' [ازالۃ الریب ص ۳۱۶]
۲۔ یہی موصوف ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:
''صوفی صاحب نے اپنے بڑوں کی پیروی کرتے ہوئے روایت تو خوب پیش کی ہے مگر ان کو سودمند نہیں کیونکہ ''سدی'' فنِ روایت میں ''ہیچ'' ہے۔ امام ابن معین فرماتے ہیں کہ ان کی روایت میں ضعف ہوتا ہے۔ امام جوزجانی فرماتے ہیں ''ھو کذاب شتام'' وہ بہت بڑا جھوٹا اور تبرائی تھا..... امام طبری فرماتے ہیں کہ اس کی

روایت سے احتجاج درست نہیں .....اس روایت کی مزید بحث ازالۃ الریب میں دیکھئے۔ان بے جان اور ضعیف روایتوں سے کوئی مسئلہ ثابت نہیں ہوسکتا''
[تفریح الخواطر فی ردتنویر الخواطر ص ۷۷تا۷۸]

۳۔ سرفراز صاحب اپنی ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں:

''سدی کا نام محمد بن مروان ہے......امام احمد فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو بالکل ترک کر دیا ہے (حیرت ہے کہ امام احمد بن حنبل جیسی نقاد حدیث شخصیت تو اس کی روایت کو ترک کرتی ہے مگر مولوی نعیم الدین صاحب اور ان کی جماعت اس کی روایت سے......)'' [تنقید متین ص ۱۶۸]

۴۔ موصوف اپنی ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں:

''سدی کذاب اور وضاع ہے'' (اتمام البرہان ص ۴۵۵) ''صغیر کا نام محمد بن مروان'' ہے امام جریر بن عبدالحمید فرماتے ہیں کہ وہ کذاب ہے اور صالح بن محمد فرماتے ہیں کہ وہ جعلی حدیثیں بنایا کرتا تھا بقیہ محدثین بھی اس پر سخت جرح کرتے ہیں۔انصاف سے فرمائیں کہ ایسے کذاب راوی کی روایت سے دینی کونسا مسئلہ ثابت ہوتا ہے یا ہوسکتا ہے؟'' [اتمام البرہان ص ۴۵۸]

سرفراز خان صفدر دیو بندی لکھتے ہیں:

''آپ لوگ سُدی کی ''دُم'' تھامے رکھیں اور یہی آپ کو مبارک ہو۔''
[اتمام البرہان ص ۴۵۷]

سرفراز خان صاحب مزید فرماتے ہیں:

''آپ نے خازن کے حوالے سے ''سدی کذاب'' کے گھر میں پناہ لی ہے جو آپ کی ''علمی رسوائی'' کے لئے بالکل کافی ہے اور یہ ''داغ'' ہمیشہ آپ کی پیشانی پر چمکتا رہے گا۔'' [اتمام البرہان ص ۴۵۸]

تنبیہ: موجودہ دور میں رفع یدین کے خلاف ''تفسیر ابن عباس'' نامی کتاب سے استدلال کرنے والوں نے بقولِ سرفراز خان صفدر صاحب سُدی کی دُم تھام رکھی ہے اور ان لوگوں کی پیشانی پر رُسوائی کا یہ داغ چمک رہا ہے۔

محمد بن السائب الکلبی کا تعارف

محمد بن السائب ، ابوالنضر الکلبی کے بارے میں محدثین کرام کے چند اقوال درج ذیل ہیں:

۱۔ سلیمان التیمی نے کہا: ''**كان بالكوفة كذابان أحدهما الكلبي**'' کوفہ میں دو کذاب تھے، ان میں سے ایک کلبی ہے۔ [الجرح والتعدیل ۷/۲۷۰ وسندہ صحیح]

۲۔ قرہ بن خالد نے کہا: ''**كانوا يرون أن الكلبي يرزف يعني يكذب**'' لوگ یہ سمجھتے تھے کہ کلبی جھوٹ بولتا ہے۔ [الجرح والتعدیل ۷/۲۷۰ وسندہ صحیح]

۳۔ سفیان ثوری نے کہا: ہمیں کلبی نے بتایا کہ تجھے جو بھی میری سند سے عن ابی صالح عن ابن عباس بیان کیا جائے تو وہ جھوٹ ہے اسے روایت نہ کرنا۔

[الجرح والتعدیل ۷/۲۷۱ وسندہ صحیح]

۴۔ یزید بن زریع نے کہا: کلبی سبائی تھا۔ [الکامل لابن عدی ۵/۲۱۲۸ وسندہ صحیح]

۵۔ محمد بن مہران نے کہا: کلبی کی تفسیر باطل ہے۔ [الجرح والتعدیل ۷/۲۷۱ وسندہ صحیح]

۶۔ جوزجانی نے کہا: **كذاب ساقط** [احوال الرجال: ۳۷]

۷۔ یحییٰ بن معین نے کہا: **ليس بشيء** کلبی کچھ چیز نہیں ہے۔

[تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری: ۱۳۴۴]

۸۔ ابو حاتم الرازی نے کہا: ''**الناس مجتمعون على ترك حديثه ، لا يشتغل به، هو ذاهب الحديث**'' اس کی حدیث کے متروک ہونے پر لوگوں کا اجماع ہے۔ اس کے ساتھ وقت ضائع نہ کیا جائے وہ حدیث میں گیا گزرا ہے۔ [الجرح والتعدیل ۷/۲۷۱]

۹۔ حافظ ابن حجر نے کہا: ''**المفسر متهم بالكذب ورمي بالرفض**''

[تقریب التہذیب:۵۹۰۱]

۱۰۔ حافظ ذہبی نے کہا: ''ترکوہ'' (محدثین نے) اسے ترک کر دیا ہے۔

[المغنی فی الضعفاء:۵۵۴۵]

کلبی کے متعلق سرفراز خان صاحب نے لکھا ہے:

''کلبی کا حال بھی سن لیجئے...... کلبی کا نام محمد بن السائب بن بشر ابو النضر الکلبی ہے۔ امام معتمر بن سلیمان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ کوفہ میں دو بڑے بڑے کذاب تھے، ایک ان میں سے کلبی تھا اور لیث بن ابی سلیم کا بیان ہے کہ کوفہ میں دو بڑے بڑے جھوٹے تھے۔ ایک کلبی اور دوسرا سدی۔ امام ابن معین کہتے ہیں کہ لیس بشئ، امام بخاری فرماتے ہیں کہ امام یحیٰی اور ابن مہدی نے اس کی روایت بالکل ترک کر دی تھی۔ امام ابن مہدی فرماتے ہیں کہ ابو جزء نے فرمایا: میں اس بات پر گواہی دیتا ہوں کہ کلبی کافر ہے۔ میں نے جب یہ بات یزید بن زریع سے بیان کی تو وہ بھی فرمانے لگے کہ میں نے بھی ان سے یہی سنا کہ ''أشهد أنه كافر'' میں نے اس کے کفر کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ

''يقول كان جبرائيل يوحي إلى النبي ﷺ فقام النبي لحاجته وجلس علي فأوحي إلى علي''

کلبی کہتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کی طرف وحی لایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کسی حاجت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے تو جبرئیل علیہ السلام نے ان پر وحی نازل کر دی۔

(یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ موردِ وحی اور مہبطِ وحی کو نہ پہچان سکے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول سمجھ کر ان کو وحی سنا گئے...... اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس بھولے بھالے جبرائیل علیہ السلام نے آگے پیچھے کیا کیا ٹھوکریں کھائی ہوں گی اور کن کن پر وحی نازل کی ہوگی اور نہ معلوم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی وہ اس خفیہ وحی میں کیا کچھ کہہ

گئے ہوں گے، ممکن ہے یہ خلافت بلافصل ہی کی وحی ہو جس کو حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کان میں پھونک گئے ہوں گے۔ بات ضرور کچھ ہوگی۔ آخر کلبی کا بیان بلاوجہ تو نہیں ہوسکتا، اور کلبی کے اس نظریہ کے تحت ممکن ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام پہلی ہی وحی میں بھول کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا گئے ہوں اور مقصود کوئی اور ہو اور عین ممکن ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی ہوں، آخر کلبی ہی کے کسی بھائی کا یہ نظریہ بھی تو ہے کہ:

جبرائیل کہ آمد چوں از خالق بے چوں — بہ پیش محمد شد و مقصود علی بود

معاذ اللہ تعالیٰ، استغفر اللہ تعالیٰ، کلبی نے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور وحی کو ایک ڈراما اور کھیل بنا کر رکھ دیا ہے العیاذ باللہ تعالیٰ ثم العیاذ باللہ تعالیٰ ۔صفدر) بلکہ کلبی نے خود یہ کہا ہے کہ جب میں بطریق ابوصالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کوئی روایت اور حدیث تم سے بیان کروں تو ''فھو کذب'' (وہ جھوٹ ہے) امام ابوحاتم فرماتے ہیں کہ حضرات محدثین کرام سب اس پر متفق ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ اس کی کسی روایت کو پیش کرنا صحیح نہیں ہے۔ امام نسائی کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے اور اس کی روایت لکھی بھی نہیں جا سکتی۔ علی بن الجنید، حاکم ابو احمد اور دارقطنی فرماتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں کہ وہ کذاب اور ساقط ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ اس کی روایت جھوٹ پر جھوٹ بالکل ظاہر ہے اور اس سے احتجاج صحیح نہیں ہے۔ ساجی کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے اور بہت ہی ضعیف اور کمزور تھا کیونکہ وہ غالی شیعہ ہے، حافظ ابوعبداللہ الحاکم کہتے ہیں کہ ابوصالح سے اس نے جھوٹی روایتیں بیان کی ہیں۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

''وقد اتفق ثقات أهل النقل على ذمه وترك الرواية عنه فى الأحكام والفروع''

تمام اہل ثقات اس کی مذمت پر متفق ہیں اور اس پر بھی ان کا اتفاق ہے کہ احکام اور فروع میں اس کی کوئی روایت قابلِ قبول نہیں ہے۔

اورامام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ کلبی کی تفسیر اول سے لے کر آخر تک سب جھوٹ ہے اس کو پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔[تذکرۃ الموضوعات ص۸۲]
اور علامہ محمد طاہر الحنفی لکھتے ہیں کہ کمزور ترین روایت فن تفسیر میں کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس ہے اورفإذا انضم إليه محمد بن مروان السدي الصغير فهي سلسلة الكذب.[تذکرۃ الموضوعات ص۸۳ واتقان ج۲ص۱۸۹] اور اس روایت میں خیر سے یہ دونوں شیر جمع ہیں۔'' [ازالۃ الریب ص۳۱۶،۳۱۶] نیز دیکھئے تنقید متین ص۱۶۷،۱۶۹
اس سند کا تیسرا راوی ابوصالح باذام :ضعیف ہے۔

ابوصالح باذام کا تعارف

۱۔ ابوحاتم الرازی نے کہا:يكتب حديثه ولا يحتج به [الجرح والتعدیل۲/۴۳۲]
۲۔ نسائی نے کہا: ضعيف كوفي[الضعفاء والمتروکین:۷۲]
۳۔ بخاری نے اسے کتاب الضعفاء میں ذکر کیا [رقم:تحفۃ الاقویاء ص۲۱]
۴۔ حافظ ذہبی نے کہا:'' ضعيف الحديث ''[دیوان الضعفاء:۵۴۴]
۵۔ حافظ ابن حجر نے کہا:'' ضعيف يرسل ''[تقریب التہذیب:۶۳۴]
بعض علماء نے باذام مذکور کی توثیق بھی کر رکھی ہے مگر جمہور محدثین کی جرح کے مقابلے میں یہ توثیق مردود ہے۔
تنویر المقباس کی اس سند کے متعلق حافظ جلال الدین السیوطی لکھتے ہیں:
''وأوهى طرقه طريق الكلبي عن أبي صالح عن ابن عباس فإن انضم إلى ذلك رواية محمد بن مروان السدي الصغير فهي سلسلة الكذب''
تمام طرق میں سب سے کمزور ترین طریق ''الكلبي عن أبي صالح عن ابن عباس رضي الله عنه'' ہے اور اگر اس روایت کی سند میں محمد بن مروان السدی الصغیر بھی مل جائے تو پھر یہ سند ''سلسلۃ الکذب'' کہلاتی ہے۔[الاتقان فی علوم القرآن ج۲ص۴۱۶]
واضح رہے کہ یہ سند سلسلۃ الکذب ابوصالح تک ہے'' الصحابة كلهم عدول

رضي الله عنهم ''صحابہ رضی اللہ عنہم تمام کے تمام عادل ہیں یہ قاعدہ کلیہ ہے، البتہ ان سے روایت کرنے والے بعد کے راویوں کا عادل وثقہ وصدوق ہونا ضروری ہے یہ بھی ایک قاعدہ کلیہ ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ تفسیر (تنویر المقباس) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت نہیں ہے بلکہ یہ محمد بن مروان السدی اور کلبی کی من گھڑت تفسیر ہے جسے انھوں نے کذب بیانی کرتے ہوئے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب کر دیا ہے۔

تنبیہ: خود سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین ثابت ہے۔

ابوحمزہ (عمران بن ابی عطاء الاسدی، تابعی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ '' رأیت ابن عباس یرفع یدیه إذاافتتح الصلوٰة وإذا رکع وإذا رفع رأسه من الرکوع'' میں نے (سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کو دیکھا کہ وہ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ [مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۵ ح ۲۴۳۱ وسندہ حسن]

یہ روایت مسائل الامام احمد (روایۃ عبداللہ بن احمد ۱/۲۴۴،۲۴۴ ح ۳۳۱) مصنف عبدالرزاق (۲/۶۹ ح ۲۵۲۳) اور جزء رفع الیدین للبخاری (ح ۲۱) میں بھی موجود ہے۔

طاؤس (تابعی) فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ (بن عباس) کو نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ [جزء رفع الیدین: ۲۸ وسندہ صحیح]

سیدنا ابن عباس کا نماز میں رفع یدین کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نماز میں رفع یدین خشوع وخضوع کے خلاف نہیں ہے۔

حدیث اور سنت میں فرق امین اوکاڑوی کا تعاقب

تحریر : حیدر علی السلفی

الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی عبدہ ورسولہ نبینا محمد وعلی آلہ وأصحابہ ومن تبعھم بإحسان إلی یوم الدین

کافی عرصہ پہلے متعصب اور جاہل مقلد مولوی امین اوکاڑوی دیوبندی ، نے جاہلانہ دلائل پر مبنی تقریر باعنوان "حدیث اور سنت میں فرق" کی ہم اس تقریر کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھتے تھے لیکن اس تقریر کو بعد میں کتابی صورت میں شائع کیا گیا - اس لیے مناسب تھا کہ ان تمام جھوٹوں سے پردہ اٹھایا جائے، اس کتاب میں اوکاڑوی کے لا تعداد جھوٹ ہیں، اور کئی جاہلانہ اعتراضات بھی ہیں ، ان اعتراضات میں سب سے بڑا اعتراض اس طرح بنا کر پیش کیا گیا ہے

پہلا اعتراض

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک خود ساختہ امتیاز پیدا کر کے حدیث اور سنت کے درمیان ٹکراؤ پیدا کیا گیا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ہر سنت پر عمل کرنا ممکن ہے جب کہ ہر حدیث پر عمل کرنا ممکن نہیں نیز حدیث صحیح، ضعیف ، موضوع، شاذ وغیرہ بھی ہوتی ہے جب کہ سنت تو سنت ہی ہوتی ہے

یعنی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت زیادہ ہے اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کم ہے

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ٹکراؤ پیدا کر کے درمیان میں فقہاء احناف کی جگہ بنانا مقصود تھا کہ سنت کو سمجھنے کے لیے فقہاء کی ضرورت ہے اور محدث تو فقہی احکام کو نہیں جانتے اوکاڑوی پارٹی کا اصل مقصد محدثین پر طعن کرنا ہے ، صحیح بات یہ ہے کے ہر محدث فقیہ ہوتا ہے، یہ اوکاڑوی پارٹی کا جھوٹ ہے کے محدثین فقہ نہیں جانتے تھے-

المختصر ہم نے بحمد اللہ تعالیٰ ان تمام دجالی حربہ جات کا علمی جائزہ لیا ہے اور جھوٹوں کی حقیقت آپ کے سامنے رکھی ہے- نیز حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور عظمت کے لیے ماہنامہ منہاج الحدیث شمارہ ذوالحجہ صفحہ:43تا 52 ملاحظہ فرمائیں

دوسرا اعتراض

اوکاڑوی صاحب کو اس بات سے شدید اختلاف ہے جس بنا پہ اوکاڑوی نے کہا کہ حضرت نے فرمایا "علیکم بسنتی، حضرت نے یوں نہیں فرمایا علیکم بحدیثی" ان اعتراضات کے جواب سے پہلے چند وضاحتیں پیش خدمت ہیں

حدیث وسنت میں فرق

حدیث اور سنت میں صرف ایک فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ سنت اس فعل کا نام ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا اور حدیث ان الفاظ کا نام ہے جو اس سنت کو بیان کر رہے ہیں،ان دونوں کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے، مثلاً کئی غزوات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان کی نصرت فرمائی، یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فعل اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس نصرت کا ذکر قرآن مجید میں بھی بیان فرما دیا یہ ہے اللہ تعالیٰ کا کلام جتنا فرق اللہ کے فعل یعنی اس کی نصرت اور اللہ کے کلام میں ہے ایسا ہی فرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ہے-

نیز حدیث سند و متن کا وہ مجموعہ ہے جس کے باہم ملنے سے جو مسئلہ خواہ وہ فرض ہو یا واجب ہو متواتر ہو یا غیر متواتر ، عقیدہ ہو، حرام وحلال معلوم ہو اسے سنت کہتے ہیں۔

نیز قرآن مجید میں انبیاء کے اقوال و افعال کے لیے حدیث و سنت کا لفظ استعمال لفظ استعمال ہوا ہے ۔اس لئے آئمہ و محدثین کے ہاں جب بھی حدیث یا سنت کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال ہی ہوتے ہیں۔یاد رہے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیث نبوی اس وقت ہی کہا جاتا ہے جب اس میں بیان کیا گیا قول یا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو-

دوسری اہم وضاحت

صرف صحیح یا حسن حدیث سے سنت ثابت ہوتی ہے، سنت کے اثبات کے لئے صحیح حدیث کا ہونا ضروری ہے نیز، ضعیف، موضوع، متروک، مرسل یا شاذ وغیرہ سے سنت ثابت ہوتی ہے اور نہ ہی اسے سنت نام دیا جاسکتا ہے-

اوکاڑوی صاحب کا یہ بھی اعتراض ہے کہ اللہ کے رسول نے بچہ اٹھا کر نماز ادا کی، جوتے پہن کر نماز ادا کی اور حالت وضو میں بوس و کنار بھی کیا آپ یعنی غیر مقلدین جو حدیث اور سنت کو ایک جیسا سمجھتے ہو تو پھر ان سنتوں پر عمل کیوں نہیں کرتے ؟

اس اعتراض کے جواب کے لیے اس مثال پر توجہ فرمائیں اگر کوئی شخص کہے کہ لڑکے کا ختنہ کرنا "حدیث" ہے تو اُس کے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ یہ "حدیث" نہیں بلکہ "سنت" ہے۔ اوکاڑوی صاحب بچہ اٹھا کر نماز ادا کرنے،جوتے پہن کر نماز ادا کرنے،باوضو بوس و کنار کی احادیث کو پیش کر کے احادیث کو اعتراضی طور پر سنت ثابت کرتا ہے اور یہاں پہ اس حدیث کو جس میں ختنے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس کو حدیث نہیں بلکہ سنت کا نام دیتا ہے حالانکہ ختنہ کرنا اوکاڑوی کے اصول کے مطابق ختنہ کرنا حدیث بنتا ہے نہ کہ سنت، اور اس کو سنت کہا جائے تو پھر یہ بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ یہ کس درجہ کی سنت ہے؟متوترہ یا غیر متواترہ؟ کیونکہ ختنہ روز تو نہیں ہوتا صرف ایک بار ہی کیا جاتا ہے

الغرض اس طرح کے اعتراضات کرنا بلکل غلط بات ہے قطعاً درست نہیں ہے اور اس طرح کے اعتراضات کے جواب ہم گزشتہ سطور میں دے چکے ہیں اور باقی کا آگے جواب دیا گیا ہے۔

جو چاہے تیرا حسن کرشمہ ساز کرے

وسوسے کی وضاحت

امین اوکاڑوی صاحب لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے کہتا ہے" حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے علیکم بسنتی یہ نہیں فرمایا ، علیکم بحدیثی"

اس دجل اور دھوکے کو سمجھنے کے لیے اس مثال پر توجہ کریں تو یہ دجل بھی ان شاءاللہ ، پاش پاش ہو جائے گا

نماز افضل ہے؟ یا مسجد ؟ کیونکہ قرآن مجید میں حکم ہے

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ سورہ الانعام آیت: 162

نماز اللہ تعالی کے لیے ہے ،دوسری طرف اللہ تعالی نے ایک اور بات کر دی ارشاد باری ہے

أَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا سورہ جن ایت :18

مساجد اللہ تعالٰی کے لیے ہے

اب سوال یہ ہے کہ نماز اللہ تعالٰی کے لیے ہے، اللہ تعالٰی کی عبادت ہے، اور مسجد بھی اللہ تعالٰی کے لیے ہے اللہ تعالٰی کی عبادت گاہ ہے، جس طرح کسی کو سجدہ ریز ہونا شرک ہے اسی طرح مسجد میں کسی اور کو پکارنا بھی شرک ہے تو اوکاڑوی ٹولہ ہمیں یہ بتائے کہ مسجد افضل ہے یا نماز افضل ہے؟ کیونکہ ہم قرآن مجید سے ثابت کر چکے ہیں کہ مسجد اور نماز دونوں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں اوکاڑوی ذریت جرات کرے اور کوئی آیت پیش کرے جس سے ثابت ہوتا ہو کہ مسجد افضل ہے یا اس میں ادا کی جانے والی نماز افضل ہوتی ہے، یاد رہے ، نماز فرض بھی ہے ،نفل بھی ہے،سنت بھی ہے، اکیلے آدمی کی بھی نماز ہے اور جماعت کے ساتھ بھی نماز ہی ہوتی ہے، قضاء بھی نماز ہی ہوتی ہے اب اس وضاحت کے بعد اوکاڑوی ذریت کا جواب آدھا آسان ہو گیا ہو گا ۔

یہ مثال بیان کرنے کا مقصد کچھ اور نہیں ہے بلکہ راہ سے بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہ حق کی طرف متوجہ کرنا ہے۔

حدیث اور سنت تعلق

حدیث نبوی اور سنت نبوی دونوں ایک دوسرے سے مختلف یا جدا نہیں ہیں، بلکہ حدیث نبوی وہ ، میڈیم، واسطہ،سورس ہے جس سے سنت نبوی کا پتہ چلتا ہے ،سنت کی وضاحت،حیثیت ،مقام کو بیان کرنے کا ذریعہ بھی حدیث نبوی ہے،علیکم بحدیثی اس لیے نہیں کہا گیا، کیونکہ جب آدمی حدیث نبوی سے ثابت ہونے والی سنت نبوی پر عمل کرتا ہے تو اس وقت علیکم بحدیثی کا خلا رہتا ہی نہیں،،،جب آدمی علیکم بحدیثی کی طرف آتا ہے تو اس وقت واضح ہو جاتا ہے کہ علیکم بسنتی ہے کیا، لہذا یہ اعتراض بھی باطل قرار پایا والحمدللہ۔

حنفی نماز کی ستر غلطیاں

تحریر : عائشہ ملک
نظر ثانی: حیدر علی السلفی

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على عبده ورسوله نبينا محمد وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين

منہج اہل حدیث کی بنیاد کتاب وسنت فہم سلف امت پر قائم ہے اور اہل حدیث کا ہر عمل دلائل سے مزین ہے والحمدللہ اس کے باوجود مولوی امین اوکاڑوی اور ان کی ذریت کا کہنا ہے کہ غیر مقلدین یعنی اہل حدیث کی نماز مکمل طور پر ثابت نہیں ہے،اس اعتراض کے جواب کے لیے ملاحظہ فرمائیں، نماز نبوی مطبوعہ دارالسلام،نماز مصطفیٰ مطبوعہ انصار السنہ،توضیح الکلام،نورالعینین ،خیر الکلام ان کتابوں میں نماز کی مکمل تفصیلات بیان کی گئی ہیں والحمدللہ ، احناف کی اپنی غیر ثابت شدہ نماز کی حقیقت آپ آگے ملاحظہ فرمائیں گے -

متبع کتاب وسنت اہل حدیث آئمہ و محدثین اور اہل الرائے احناف کے درمیان اختلاف چند ایک فروعی مسائل، سورہ فاتحہ رفع الیدین اور آمین بالجہر کا ہی نہیں بلکہ مکمل نماز ، اذان اور وضو سے سلام تک نمازجمعہ، عیدین اور نماز جنازہ حتیٰ کہ حنفیہ کے مسائل احادیث صحیحہ کے شدید خلاف ہے، جن کی کی تفصیل درج ذیل ہے

1- اکہری اذان کے ساتھ دوہری اقامت کہنا "ایک طبقہ اذان کے ساتھ خود ساختہ صلوۃ بھی پڑھتا ہے"

2- اذان کی دعا میں اضافہ "والدرجۃ الرفیعہ، وارزقنا شفاعتہ یوم القیمۃ" یہ الفاظ کسی بھی سند سے ثابت نہیں

3- اقامت کے بعد زور سے حق لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہنا

4- وضو کی نیت نہ کرنا

5- وضومیں ہر اعضاء دھونے کی الگ الگ دعا کا پڑھنا

6- وضو میں چوتھائی سر کا مسح کرنا

7- وضو میں الٹے ہاتھ سے گردن کا مسح، بازو پر ہاتھ پھیرنا اور انگلیوں کا خلال کرنا

8- دو رکعت تحیۃ الوضو نہ پڑھنا

9- پگڑی پر مسح کا انکار

10- جرابوں پر مسح کا انکار

11-مٹی کے علاوہ دیگر چیزوں پر بھی تیمم کرنا
12- دو رکعت تحیۃالمسجد نہ پڑھنا
13- مقتدی کا نیت اپنی زبان سے کرنا ، اور مولوی کا بغیر نیت امامت کرنا
14- تکبیر تحریمہ میں انگوٹھے سے کانوں کو چھونا
15- ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا
16- قیام میں پاؤں قبلہ رخ نہ کرنا
17- جماعت میں دوسرے نمازی کے پاؤں سے پاؤں نہ ملانا اور صف میں خلاء پُر نہ کرنا
18- امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنا، مکمل خاموش رہنا
19-امام رکوع میں ہو تو بھاگ کر جماعت میں شامل ہوں گے قیام نہیں کریں گے اور رکعت شمار کریں گے
20- رکوع کے ساتھ رفع الیدین نہ کرنا
21- تین رکعت اور چار رکعت کی نماز میں دو رکعت کے بعد رفع الیدین نہ کرنا
22- سجدہ کو جاتے ہوئے زمین پر پہلے گھٹنے پھر ہاتھ پھر ناک اور پیشانی لگانا اور اُلٹی ترتیب سے واپس کھڑے ہونا
23- دونوں سجدوں کے درمیان دعا نہ پڑھنا،
24- سجدہ زمین سے لگ کے کرنا یعنی زمین پر بازو بچھانا
25- پہلی اور تیسری رکعت کے بعد پنجوں پر سیدھا کھڑا ہو جانا اور جلسہ استراحت نہ کرنا حالت کبریٰ پر محمول کرنا
26- جہری نمازوں میں آمین آہستہ کہنا
27- تین رکعت اور چار رکعت کی نماز میں دوسری رکعت کے تشہد میں درود ابراہیمی نہ پڑھنا
28- سجدہ سہو میں ایک طرف سلام کے بعد دو سجدے کرنا اور دوبارہ پورا التحیات پڑھنا
29- تشہد میں اشہدُ اللہ پر انگلی اُٹھانا اور الا پر گرانا اور آسمان کی طرف منہ کرنا
30- سجدہ میں دونوں پاؤںں کو نہ ملانا
31- آخری رکعت کے تشہد میں تورک نہ کرنا
32- پہلی جماعت ہو جائے تو دوسری جماعت نہ کرانا
33- سُترہ کا اہتمام نہ کرنا
34- امام بھول جائے تو مقتدی کا سبحان اللہ کے بجائے اللہ اکبر کہنا

35- اگر چار رکعت کی نماز میں امام بھول کے دو یا تین رکعت کے بعد سلام پھیر دے تو پوری نماز دوبارہ پڑھنا

36- سلام پھیرتے ہوئے دونوں کندھے دیکھنا

37- فرض نماز کے بعد اجتماعی دُعا کرنا

38- فجر کی جماعت کے دوران صبح کی دو سنت ادا کرنا

39- تین وتر میں قعدہ اولی بیٹھنا "یعنی دو رکعت کے بعد بیٹھنا "

40- وتر میں قنوت کے ساتھ رفع الیدین کرنا

41- خود ساختہ قنوت وتر "اللھمّ اِنَّا نَستَعِینُکَ" پڑھنا

42- ساری زندگی تین وترایک سلام کے ساتھ پڑھنا

43- جمعہ کی دو اذانیں دینا ایک پہ عمل نہ کرنا

44- جمعہ کے خطبہ سے پہلے صرف چار اور جمعہ کے بعد آٹھ رکعت ادا کرنا

45- جمعہ کا عربی اور اردو خطبہ الگ الگ کرنا، اور خطبہ بیٹھ کے دینا

46- دیہات میں جمعہ کا انکار کرنا اور جمعہ کی نماز کے بعد احتیاطی ظہر کی نماز پڑھنا

47- جمعہ کے خطبہ کے دوران دو رکعت تحیۃالمسجد کے بجائے چار سنت پڑھنا، نماز عشاء میں جماعت سے پہلے چار رکعت سنت پڑھنا

48- عیدالاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز سے پہلے مسائل بیان کرنا

49- عیدین کی چھ زائد تکبیریں کہنا

50- پہلی رکعت میں تین تکبیریں قرأت سے پہلے اور دوسری رکعت میں قرأت سے بعد کہنا

51- زائد تکبیرات کے ساتھ رفع الیدین نہ کرنا

52- عیدین کے دو خطبے دینا

53- عیدین کے خطبہ کے لیے ممبر استعمال کرنا

54- عیدین کی جماعت لیٹ کرانا

55- عیدین کی نماز ہمیشہ مسجد میں ادا کرنا

56- نماز جنازہ میں ثناء (وجلا ثنا ئک) کے خود ساختہ اضافہ کے ساتھ

57- نماز جنازہ میں خود ساختہ درود پڑھنا

58- مکمل صف توڑ کے صفوں کو طاق کرنا

59- نماز جنازہ کے بعد جنازہ گاہ میں دعا کرنا

60- جنازہ کے نمازیوں پر عرق گلاب ڈالنا

61- نماز جنازہ کی تکبیرات کے ساتھ رفع الیدین نہ کرنا
62- سفر میں دو نمازیں جمع نہ کرنا
63- سفر میں فرض قصر کرنا اور سنت پوری پڑھنا
64- فرض نماز کے بعد سر پکڑ کے دعا کرنا
65- نابالغ کی امامت کا انکار کرنا
66- عورت اور مرد کی نماز کے طریقہ میں فرق کرنا
67- مغرب کی اذان کے بعد دو رکعت نہ پڑھنا
68- فجر اور مغرب کی نماز روشنی میں ادا کرنا
69- ظہر اور عصر کو لیٹ پڑھنا
70- جمعہ کی نماز کو لیٹ پڑھنا

اگر ان نکات کے ساتھ ساتھ احناف کے طہارت سے متعلق فقہی احکام بھی درج کر دیئے جائیں تو بہت سے نکات میں اضافہ بھی ممکن ہے،اور ہم نے فقہ کے غلاظت سے بھرے مسائل کو لکھنے سے اس لیےاجتناب کیا ہے تا کہ ہر ایک مسلمان ان کو آسانی سے پڑھ سکے،جو ہمارے بھائی اپنی نمازوں کو ضائع کر رہے ہیں وہ خود غور کریں، کیا سنت رسول اللہ ﷺ کے خلاف نماز قبول ہو جائے گی؟حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي"
نماز اس طرح پڑھو جیسے مجھے ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو صحیح البخاری، باب الأذان رقم الحدیث :631

دوسرے مقام پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
"مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ"
جس نے کوئی ایسا کام کیا جو میرے طریقہ کے خلاف ہے تو ایسا کام مردود ھے
صحیح مسلم رقم الحدیث:3243

اس تفصیل کا خلاصہ اس طرح ہے کہ جو حنفی مولوی اہل حدیث کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں ان کو اپنے گھر کی فکر کرنی چاہیے- اور اپنے مسائل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متصادم نہ بنائیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم کی پیروی کریں۔

صحیح فضائل اذکار

حیدر علی السلفی

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على عبده ورسوله نبينا محمد وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين

الحمدللہ متبع کتاب و سنت اہل حدیث اہل السنہ کے پاس ہر عمل پہ دلائل موجود ہیں، بلکہ ہر عمل پہ کتاب وسنت کے بے شمار دلائل اور ان پہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے یہی ہمارا منہج ہے ذیل میں ہم نے بحمد اللہ تعالی فرض نماز کے بعد بالخصوص نماز فجر کے بعد ادا کیے جانے والے مسنون اذکار کو جمع کیا ہے۔ اگر ان اذکار کو عبادات میں معمول سے شامل کر لیا جائے تو ان شاءاللہ دنیا و آخرت میں بہت فوائد میسر ہونگے۔

آیۃ الکرسی ایک مرتبہ

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ اللهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ

سورہ البقرہ آیت: 255

مستدرک حاکم رقم الحدیث 5932، جامع الترمذی رقم الحدیث: 2880، مسند احمد رقم الحدیث: 22993، مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: 29139، معجم الکبیر رقم الحدیث: 3910

جو شخص قرآن مجید کی آخری تین سورتیں صبح اور شام تین تین مرتبہ پڑھتا ہے، اسے یہ دنیا کی ہر چیز سے کافی ہو جاتی ہیں -

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ○ اللّٰهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ○ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ○ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ○ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ○ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ○ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ مَلِكِ النَّاسِ ○ إِلٰهِ النَّاسِ ○ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ○ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُوْرِ النَّاسِ ○ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ○

أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، رَبِّ أَسْأَلُكَ خَيْرَ مَا فِي هٰذَا الْيَوْمِ، وَخَيْرَ مَا بَعْدَهُ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِي هٰذَا الْيَوْمِ، وَشَرِّ مَا بَعْدَهُ رَبِّ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَسُوْءِ الْكِبَرِ، رَبِّ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ

"ایک بار" صحیح مسلم رقم الحدیث:2723

اللّٰهُمَّ بِكَ أَصْبَحْنَا، وَبِكَ أَمْسَيْنَا، وَبِكَ نَحْيَا، وَبِكَ نَمُوْتُ، وَإِلَيْكَ النُّشُوْرُ

سنن ابی داؤد رقم الحدیث:5068، سنن ترمذی رقم الحدیث:3391،سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:3868

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جس شخص نے ایمان و یقین کے ساتھ یہ کلمات کہے اور رات کو فوت ہوگیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا، اسی طرح وہ شخص بھی جس نے صبح کے وقت یہ کلمات کہے۔

"اللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ، وَأَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، أَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، أَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ، وَأَبُوْءُ لَكَ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي، فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ"

صحیح البخاری رقم الحدیث:6306
جس شخص نے صبح و شام یہ کلمات سات مرتبہ کہے، اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کے اہم معاملات میں اسے کافی ہوجاتا ہے۔

حَسْبِيَ اللهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ

سنن ابی داؤد رقم الحدیث:5081

اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي دِينِي وَدُنْيَايَ وَأَهْلِي وَمَالِي، اللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِي، وَآمِنْ رَوْعَاتِي، اللّٰهُمَّ احْفَظْنِي مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ، وَمِنْ خَلْفِي، وَعَنْ يَمِينِي، وَعَنْ شِمَالِي، وَمِنْ فَوْقِي، وَأَعُوذُ بِعَظَمَتِكَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِي

سنن ابی داؤد رقم الحدیث:5074، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:3871، سنن نسائی رقم الحدیث:5531
جس شخص نے صبح شام تین تین مرتبہ یہ کلمات کہے اسے کوئی چیز نقصان نہیں دے سکتی۔

بِسْمِ اللهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ، وَلَا فِي السَّمَاءِ، وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

سنن ابی داؤد رقم الحدیث:5088، سنن ترمذی رقم الحدیث:3388، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:3869
جس شخص نے صبح شام یہ کلمات تین تین مرتبہ کہے اللہ تعالیٰ پر واجب ہوجاتا کہ قیامت کے دن اسے راضی کرے۔

رَضِيتُ بِاللهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا

سنن ترمذی رقم الحدیث:3389، سنن ابی داؤد رقم الحدیث:5072، مسند احمد رقم الحدیث:18968، سنن ابی داؤد رقم الحدیث:5076

يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ، أَصْلِحْ لِي
شَأْنِي كُلَّهُ، وَلَا تَكِلْنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ

المستدرک للحاکم رقم الحدیث:2000

أَصْبَحْنَا عَلَى فِطْرَةِ الْإِسْلَامِ، وَعَلَى كَلِمَةِ الْإِخْلَاصِ، وَعَلَى دِينِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ، وَعَلَى مِلَّةِ أَبِينَا إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا مُسْلِمًا، وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ

مسند احمد رقم الحدیث:15363

جس شخص نے یہ کلمات صبح شام100، 100 مرتبہ کہے تو قیامت کے دن اس سے افضل عمل کوئی بھی لے کر نہیں آئے گا، مگر وہ شخص جس نے یہ کلمات اس سے زیادہ مرتبہ کہے۔

سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ

صحیح مسلم رقم الحدیث:2692

ایک مرتبہ پڑھنا بھی درست ہے اور جس شخص نے دن میں 100 مرتبہ یہ کلمات کہے تو اسے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا، اس کے لیے 100 نیکیاں لکھی جائیں گی اور100 خطائیں مٹادی جائیں گی، شام تک شیطان سے محفوظ رہے گا، اور قیامت کے دن اس سے افضل عمل لے کر کوئی نہیں آئے گا لیکن وہ شخص جس نے یہی کلمات زیادہ مرتبہ کہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ، لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

صحیح بخاری رقم الحدیث:3293، صحیح مسلم رقم الحدیث:2691، سنن ابی داؤد رقم الحدیث:5077 ،سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:3868

تین مرتبہ صبح کے وقت

سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَا نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ

صحیح مسلم رقم الحدیث:2726

100مرتبہ أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ

صحیح بخاری رقم الحدیث:6307، صحیح مسلم رقم الحدیث:2702

صحیح بخاری میں 70مرتبہ کہنے کا ذکر ہے۔

تین مرتبہ

جس شخص نے شام کو تین مرتبہ یہ کلمات کہے اسے اس رات کوئی زہریلا جانور نقصان نہیں پہنچاسکے گا۔

أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ
صحیح مسلم رقم الحدیث:2709، عمل الیوم و اللیلۃ للنسائی رقم الحدیث:591

ضروری اطلاع

جو دوست احباب مجلہ ماہنامہ منہاج الحدیث میں مضامین لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں، وہ ادارہ سے رابطہ کریں،اور جو مستقل مضامین لکھ رہے ہیں ان سے التماس ہے کہ اپنے مضامین ہر ماہ کی پانچ تاریخ تک ارسال کر دیا کریں

ترتیب:ابو انیس عبدالجبار اظہر

شذرات الذہب

سلف صالحین اور اصلاح نفس :

❋ امام ابو محمد عبداللہ بن وہب بن مسلم القصری المتوفی (۱۹۷ھ) فرماتے ہیں :

نَذَرْتُ أَنِّيْ كُلَّمَا اغْتَبْتُ إِنْسَانًا أَنْ أَصُوْمَ يَوْمًا فَأَجْهَدَنِيْ فَكُنْتُ أَغْتَابُ وَأَصُوْمُ فَنَوَيْتُ أَنِّيْ كُلَّمَا اغْتَبْتُ إِنْسَانًا أَنْ أَتَصَدَّقَ بِدِرْهَمٍ فَمِنْ حُبِّ الدَّرَاهِمِ تَرَكْتُ الْغِيْبَةَ .

" میں نے نذر مانی کہ میں جب بھی کسی انسان کی غیبت کروں گا تو ایک دن روزہ رکھوں گا پس (روزں کی کثرت) نے مجھے کمزور کر دیا پھر بھی میں غیبت کر لیتا تھا اور روزے بھی رکھتا تھا پھر میں نے نیت کر لی کہ میں جب کسی کی غیبت کروں گا تو ایک درہم صدقہ کروں گا پس درہموں کی محبت کی وجہ سے میں نے غیبت کرنا چھوڑ دی "

(الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث للخلیلی ۱/ ۴۰۵ طبع مکتبہ الرشد الریاض ، وسندہ صحیح)

یہ اثر نقل کرنے کے بعد حافظ شمس الدین الذہبی (م ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں :

هٰكَذَا وَاللهِ كَانَ الْعُلَمَاءُ وَهَذَا هُوَ ثَمَرَةُ الْعِلْمِ النَّافِعِ

" اللہ کی قسم ! علماء اس طرح کے ہوتے تھے اور یہ علم نافع کا پھل ہے۔(سیر اعلام النبلاء ۹/ ۲۲۸ طبع الرسالہ بیروت)

استاد کا احترام :

❋ امام شعبہ بن حجاج بن ورد العتکی المتوفی (۱۶۰ھ) فرماتے ہیں :

«كُلُّ مَنْ سَمِعْتُ مِنْهُ حَدِيْثًا فَأَنَا لَهُ عَبْدٌ»

" ہر وہ شخص جس سے میں نے ایک حدیث سنی میں اس کا غلام ہوں"

(حلیۃ الاولیاء ۷/ ۱۴۸ طبع قاہرہ، جامع بیان العلم ۱/ ۲۵۲ طبع بیروت وسندہ حسن)

باصلاحیت شاگرد :

❋ امام یحییٰ بن سعید بن فروخ القطان التمیمی المتوفی (۱۹۸ھ) اپنے شاگرد ابوالحسن مسدد بن مسرہد الاسدی المتوفی (۲۲۸ھ) کے بارے میں فرماتے ہیں :

لَوْ أَتَيْتُ مُسَدَّدًا فِيْ بَيْتِهِ فَحَدَّثْتُهُ لَكَانَ يَسْتَأْهِلُ.

" اگر میں مسدد کے گھر جا کر بھی انکو حدیثیں بیان کروں تو وہ اس کے اہل ہیں"

(الجرح والتعدیل ۸/ ۵۰۰، التاریخ الکبیر للبخاری ۷/ ۷۶ ۳ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت وسندہ صحیح)

استاد کے تقوی سے استفادہ :

❋ امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد ابن الجوزی المتوفی (۵۹۷ھ) اپنے استاد ابوالبرکات الانماطی المتوفی (۵۳۸ھ) کے بارے میں فرماتے ہیں :

وَكُنْتُ أَقْرَأُ الْحَدِيثَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَبْكِي، فَاسْتَفَدْتُ بِبُكَائِهِ أَكْثَرَ مِنِ اسْتِفَادَتِي بِرِوَايَتِهِ.

" میں انکے پاس حدیثیں پڑھتا تھااور وہ رونا شروع کر دیتے تھے میں نے ان سے انکی روایتوں سے زیادہ انکے رونے کیوجہ سے استفادہ کیا"

(مشیخۃ ابن الجوزی ص۸۶ طبع دار الغرب الاسلامی بیروت)

اہل بدعت کی موت پر خوشی کا اظہار:

❋ امام ابو عمرو عبادۃ بن نسی الکندی المتوفی (۱۱۸ھ) کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ:

إِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ يَعْنِي هِشَامًا قَدْ قَطَعَ يَدَيْ غَيْلَانَ وَرِجْلَيْهِ، وَصَلَبَهُ

"بیشک امیر المومنین ہشام (بن عبد الملک) نے غیلان کے دونوں ہاتھ پاؤں کاٹ دیے اور اسکو سولی پہ لٹکا دیا"

یہ خبر سن کر وہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا:

أَصَابَ وَاللهِ فِيهِ الْقَضَاءَ وَالسُّنَّةَ لَأَكْتُبَنَّ إِلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، فَلَأُحَسِّنَنَّ لَهُ رَأْيَهُ

" اللہ کی قسم انہوں نے درست فیصلہ کیا ہے میں ضرور امیر المومنین کو خط لکھوں گا اور انکے اس کام پر تعریف کروں گا"

(تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی ص ۳۷۰ طبع دمشق، کتاب الشریعۃ للآجری ص ۲۴۳ طبع کویت، وسندہ صحیح)

❋ امام ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی المتوفی (۷۷۴ھ) رافضی بدعتی "یزدن بن قماج الترکی" کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَحِيْنَ مَاتَ فَرِحَ أَهْلُ السُّنَّةِ بِمَوْتِهِ فَرَحًا شَدِيْدًا وَأَظْهَرُوْا الشُّكْرَ لله فَلَا تَجِدُ أَحَدًا مِنْهُمْ إِلَّا يَحْمَدُ اللهَ فَغَضِبَ الشِّيْعَةُ مِنْ ذَلِكَ وَنَشَأَتْ بَيْنَهُمْ فِتْنَةٌ بِسَبَبِ ذَلِكَ .

" جب وہ مر گیا تو اہل سنت اس کی موت کیوجہ سے بہت زیادہ خوش ہوئے اور اللہ تعالی کا شکر کیا ان میں سے ہر شخص اللہ کی حمد بیان کرنے لگا اسی بات پر شیعہ کو غصہ آیا اور انکے درمیان اسی وجہ سے فتنہ برپا ہو گیا"

(البدایہ والنہایہ ۱۴/ ۲۲۸ طبع دار ابن کثیر بیروت)

تنبیہ : غیلان بن ابی غیلان متعصب قدری بدعتی تھا حافظ ذہبی (م ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں :

غَيْلَانُ بْنُ أَبِيْ غَيْلَانَ الْمَقْتُوْلُ فِي الْقَدْرِ ضَالٌّ

" غیلان بن ابی غیلان انکار تقدیر کیوجہ سے قتل کیا گیا تھا گمراہ تھا"

(میزان الاعتدال ۵/ ۴۰۸ برقم ۶۶۴۵ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور " یزدن بن قماج الترکی " متعصب رافضی بدعتی تھا حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں :

كَانَ رَافِضِيًّا خَبِيْثًا مُتَعَصِّبًا لِلرَّوَافِضِ

" پلید رافضی تھا اور رافضیوں کے حق میں متعصب تھا"

(البدایہ والنہایہ ۱۴/ ۲۲۸ طبع دار ابن کثیر بیروت)

علماء اور بڑوں کا احترام :

❊ امام عامر بن شراحیل الشعبی المتوفی (۱۰۷ھ) فرماتے ہیں کہ :

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس خچر لایا گیا وہ اس پر سوار ہونے لگے تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے زین کے لٹکے ہوئے حصے (جس میں سوار اپنا پاؤں رکھتا ہے) کو پکڑا تا کہ زید رضی اللہ عنہ سوار ہوں تو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی آپ اس کو چھوڑ دیں تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

هَكَذَا يُفْعَلُ بِالْعُلَمَاءِ وَالْكُبَرَاءِ "علماء اور بڑوں کا اس طرح احترام کیا جاتا ہے"

(طبقات ابن سعد ۲/ ۲۷۵ دار الکتب العلمیہ بیروت، الفقیہ والمتفقہ ۲/ ۱۹۷ دار ابن الجوزی بیروت، جامع بیان العلم وفضلہ ۱/ ۲۵۳ دار ابن حزم بیروت وسندہ صحیح)

اہلحدیث کی صداقت اور مسعود صاحب کی خیانت

ابوانیس عبدالجبار اظہر

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على عبده ورسوله نبينا محمد وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين

جماعت المسلمین رجسٹرڈ کے بانی جناب سید مسعود احمد بی ایس سی صاحب لکھتے ہیں کہ "چوتھی صدی سے تقلید نے زور پکڑنا شروع کیا اور تقریبا ایک ہزار سال تک اس کا زور رہا۔

لیکن یہ زمانہ بھی عاملین بالحدیث سے خالی نہ تھا۔ ہر زمانہ میں علماء کی ایک کثیر تعداد عامل بالحدیث تھی علامہ ذہبی رحمہ اللہ کا تذکرۃ الحفاظ پڑھئے دیکھئیے ہر زمانے میں کتنے علماء عامل بالحدیث تھے۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ بیسیوں علماء کے نام گناتے چلے جاتے ہیں ان کے حالات لکھتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو بڑے بڑے حفاظ تھے نہ معلوم ان کے علاوہ اور کتنے ہوں گے جن کے نام امام ذہبی کو معلوم نہ ہوئے ہوں اور پھر کتنے لوگ ہوں گے جو ان کے حلقہ اثر میں ہوں گے۔ غرض یہ کہ بیشمار لوگ ہر زمانہ میں عامل بالحدیث تھے بعض ایسے علماء بھی تھے جو موقع کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے تقلید کی نسبت اپنی طرف گوارا کرتے تھے حالانکہ وہ مقلد نہیں ہوتے تھے

خلاصہ تلاش حق صفحہ: 39

قارئین کرام! مسعود صاحب کی اس عبارت کو غور سے پڑھیں موصوف نے عاملین بالحدیث کی بہت تعریف کی ہے اور بطور حوالہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ کی کتاب تذکرۃ الحفاظ کا نام لیا ہے لیکن تذکرۃ الحفاظ میں ایک جگہ بھی عاملین بالحدیث کا لفظ نہیں ہے اس کے برعکس 21 مرتبہ لفظ اہلحدیث موجود ہے۔

ہمیں مسعودی مقلدین امام ذہبی کی کتاب تذکرۃ الحفاظ سے عاملین بالحدیث کا لفظ دکھادیں ہم ان کا شکریہ بھی ادا کریں گے اور اپنے مؤقف سے اعلانیہ رجوع کریں گے ۔ خود مسعود صاحب نے تلاش حق کے پرانے نسخوں میں اہلحدیث ہی لکھا تھا لیکن بعد میں اہلحدیث حذف کرکے عاملین بالحدیث لکھ دیا۔

لیکن اس سے بھی جماعت اہلحدیث کو فائدہ ہوا کیونکہ مسعودی مقلدین کے نزدیک اہلحدیث صرف اور صرف محدثین ہیں جبکہ مسعود صاحب نے عاملین بالحدیث لکھ کر یہ واضح کردیا کہ اہلحدیث صرف محدثین نہیں بلکہ ہر وہ شخص اہلحدیث ہے جو صحیح معنی میں قرآن وحدیث پر عمل کرتا ہے ۔اسی طرح مسعود صاحب لکھتے ہیں کہ :

بعض تو علاقے کے علاقے ایسے تھے جہاں محدثین کی اکثریت تھی مثلاً مشہور عرب سیاح بشار مقدسی جو 275 ہجری میں ہندوستان آیا تھا سندھ کے حالات میں لکھتا ہے : "یہاں کے ذمی بت پرست ہیں اور علماء میں اکثر عامل بالحدیث ہیں"

روم، شام، جزیرہ اور آذربیجان وغیرہ کی سرحدوں کے مسلم پانچویں صدی میں سب کے سب عامل بالحدیث تھے "اصول الدین جلد اول مصنفہ علامہ ابو منصور بغدادی"

خلاصہ تلاش حق صفحہ:39

قارئین کرام! مسعود صاحب نے ابو منصور بغدادی اور بشار مقدسی کی کتابوں کے حوالے سے عاملین بالحدیث کا لفظ لکھا ہے لیکن ان دونوں کتابوں میں عاملین بالحدیث نہیں ہے بلکہ لفظ اہلحدیث موجود ہے مزید دیکھئے"احسن التقاسیم في معرفة الاقالیم للمقدسي صفحہ:48

موصوف مزید لکھتے ہیں کہ :

"چھٹی صدی میں افریقہ میں عاملین بالحدیث کی حکومت تھی تاریخ اسلام ذہبی رحمہ اللہ، اس حکومت میں سرکاری قانون تھا کہ کوئی کسی امام کی تقلید نہ کرے "تاریخ ابن خلکان"

خلاصہ تلاش حق صفحہ:39

مسعود صاحب نے تاریخ الاسلام للذھبی کے حوالے سے عاملین بالحدیث کا لفظ لکھا ہے لیکن اس کتاب میں ایک جگہ بھی عاملین بالحدیث کا لفظ نہیں ہے اس کے برعکس 61 مرتبہ لفظ اہلحدیث مذکور ہے ۔

اور جس عبارت کی طرف موصوف نے اشارہ کیا ہے وہاں بھی "اھل الحدیث" ہی ہے دیکھئے تاریخ الاسلام للذھبی جلد:42 صفحہ:216 دارالکتاب العربی بیروت

موصوف مزید لکھتے ہیں کہ :

"آخر میں ایک بات اور سن لیجئے محدثین اور اولیاء اللہ سب عاملین بالحدیث تھے کوئی مقلد نہیں تھا"

خلاصہ تلاش حق صفحہ:41

رجسٹرڈ فرقہ پرست اپنی تکفیری سوچ کے سبب اہلحدیث کو مسلم ماننے کیلئے تیار نہیں لیکن مسعود صاحب کے نزدیک اہلحدیث ہی اولیاء اللہ ہیں۔
اگر اب بھی مقلدین مسعود اس بات پر اڑے رہے کہ عاملین بالحدیث سے مراد محدثین ہیں تو ہم ان سے مؤدبانہ گذارش کریں کے برائے کرم ہمیں مسعود صاحب کی اس اردو عبارت کا مطلب سمجھادیں موصوف لکھتے ہیں کہ :
"محدثین اور اولیاء اللہ سب عاملین بالحدیث تھے"
خلاصہ تلاش حق صفحہ: 41
اگر مان لیا جائے کہ مسعود صاحب کے نزدیک عاملین بالحدیث سے مراد محدثین ہیں تو اس عبارت کا مطلب ہوگا "محدثین اور اولیاء اللہ سب محدثین تھے" فَافْهَمْ وَ تَدَبَّرْ .
اور کیا عاملین بالحدیث صرف محدثین ہیں اگر نہیں تو اتنی ڈھٹائی اور ہٹ دھرمی کیوں...؟؟
دوسری بات مسعود صاحب کے نزدیک بھی محدثین ہمیشہ نہیں رہے اس لئے موصوف حافظ ابن حجر اور انکے معاصرین کے زمانے کو محدثین کا زمانہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ انکو محض ناقل قرار دیتے تھے دیکھئے ذہن پرستی صفحہ: 61
موصوف ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ :
"اگر چوتھی صدی سے اس پر اجماع ہوا تو یہ بھی صحیح نہیں اس لئے کہ عامل بالحدیث ہمیشہ رہے"
خلاصہ تلاش حق صفحہ:107،108
اب ہمیں یہ بتلایا جائے کہ ہر دور میں بلا انقطاع ہمیشہ رہنے والے عاملین بالحدیث مسلم تھے یا نہیں....؟کیونکہ مسعود صاحب کا عقیدہ تھا کہ جماعت المسلمین ہمیشہ نہیں رہی جیساکہ وہ لکھتے ہیں کہ :
"جماعت المسلمین کا تسلسل بالانقطاع ہوگا یعنی اس کے وجود میں وقفے آتے رہیں گے"
جماعت المسلمین کی دعوات اور تحریک صفحہ:561
مزید لکھتے ہیں کہ : "امت مسلمہ اور جماعت المسلمین ایک ہی چیز ہے"
حوالہ مذکورہ صفحہ:530
اب ہم یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ اگر امت مسلمہ کے تسلسل میں وقفہ اور انقطاع آگیا تھا تو یہ ہمیشہ رہنے والے عاملین بالحدیث کون تھے....؟

ظاہر ہے ان عاملین بالحدیث (اہلحدیث) کا مسعود صاحب کی بنائی ہوئی امت مسلمہ نام نہاد جماعت المسلمین رجسٹرڈ سے کوئی تعلق نہیں تھا یہ اہلحدیث تھے اور اہلحدیث (عاملین بالحدیث) ہمیشہ رہے ہیں جس کا اعتراف مسعود صاحب نے بھی کیا ہے۔ اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ

اور رسول اللہ ﷺ نے بھی حق والی جماعت کی یہی نشانی بتلائی ہے آپ ﷺ کا فرمان ہے :لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ، حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ كَذَلِكَ

"میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر غالب رہے گی، ساتھ چھوڑنے والے انہیں نقصان نہیں دے سکیں گے یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے اور وہ اسی طرح (حق پر قائم) رہیں گے"

صحیح مسلم رقم الحدیث:1920

جب سے حدیث رسول ﷺ ہے عاملین بالحدیث (اہلحدیث) بھی اسی دور سے چلے آ رہے ہیں جبکہ جماعت المسلمین رجسٹرڈ نہ تو ہر دور میں رہی ہے اور ناہی علمائے سلف اس سے واقف تھے بلکہ اس کا پہلا جنم ۱۳۹۵ ھ کو کراچی میں ہوا تھا جس کو ابھی تک نصف صدی بھی نہیں گذری یہ مسعود احمد بی ایس سی صاحب کی برپا کی ہوئی جدید امت مسلمہ ہے جس کا اسلامی سنہری تاریخ میں کوئی وجود نہیں۔

ام کلثوم بنت سیدنا علی اور سیدنا عمر کا نکاح شیعہ کی بیس روایات

✍: حیدر علی السلفی

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على عبده ورسوله نبينا محمد وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين

فاتح عرب و عجم بالخصوص فاتح آتش گدائے شیعت ایران و عراق سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رافضی شیعہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بنت رسول سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کا دشمن ثابت کرنے کے لیے دن رات جھوٹ لکھ کر اپنی کتابیں تو سیاہ کر چکے ہی ہیں اس کے ساتھ جھوٹ بول کر اپنے چہرے بھی سیاہ کر چکے ہیں۔ اور بغض صحابہ کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔صحابہ کے ایک دوسرے کے ساتھ جو رشتے تھے ان کا بھی انکار کر دیتے ہیں ان چند انکار میں سے ایک انکار سیدنا عمر کا سیدنا علی المرتضیٰ کی لخت جگر ام کلثوم بنت سیدنا علی سے جو نکاح ہوا اس پر کیا جاتا ہے، اس نکاح کے شیعہ منکر ہیں بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے اس مبارک نکاح کو ثابت کرنے کے لیے جو روشنی ڈالی ہے وہ شیعہ کتب، سیرت ، حدیث ،فقہ سے ڈالی ہے اس روشنی سے شیعہ کا کالا چہرا صاف دکھائی دے گا اختصار کے ساتھ پہلے چند ایک حوالہ جات اہل السنہ کی کتب سے پیش خدمت ہیں ان کو ملاحظہ کریں تاکہ ہمارا دعویٰ واضح ہو جائے۔ اور اس کے بعد تمام حوالہ جات شیعہ کی معتبر کتب سے دیئے گئے ہیں جو شیعہ مذہب کے دجل و فریب کو عیاں کرنے کے لیے کافی ہیں والحمدللہ۔

1-سیدنا ثعلبہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَسَمَ مُرُوطًا بَيْنَ نِسَاءٍ مِنْ نِسَاءِ الْمَدِينَةِ، فَبَقِيَ مِرْطٌ جَيِّدٌ، فَقَالَ لَهُ بَعْضُ مَنْ عِنْدَهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أَعْطِ هَذَا ابْنَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الَّتِي عِنْدَكَ، يُرِيدُونَ أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ عَلِيٍّ. فَقَالَ عُمَرُ: أُمُّ سَلِيطٍ أَحَقُّ، وَأُمُّ سَلِيطٍ مِنْ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ مِمَّنْ بَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، قَالَ عُمَرُ: فَإِنَّهَا كَانَتْ تَزْفِرُ لَنَا الْقِرَبَ يَوْمَ أُحُدٍ

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی عورتوں میں چادریں تقسیم کیں تو ایک عمدہ چادر بچ گئی۔ اُن کے پاس بیٹھنے والوں میں سے کسی نے کہا امیر المومنین یہ چادر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کی بیٹی (یعنی نواسی) کو دیں جو آپ کی زوجیت میں ہے، ان کی مراد اُم کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا سے تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اُم سلیط زیادہ حقدار ہے۔ (ام سلیط) انصاری عورت تھیں جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کے دستِ اقدس پر بیعت کی تھی۔ سیدنا عمر رضی للہ عنہ نے فرمایا: اُم سلیط جنگ اُحد کے دن ہمارے لئے مشکیں لاد لاد کر لاتی تھیں۔

صحیح البخاری کتاب المغازی، رقم الحدیث: 4071

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"سیدہ اُم کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں اور ان کی ماں سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھیں۔ اس لیے لوگوں نے گزشتہ حدیث میں ان کو بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا۔ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں ہی پیدا ہوئی تھیں اور یہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنھا کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں"امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ اور شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی اس تصریح سے واضح ہوا کہ سیدہ اُم کلثوم بنت علی رضی اللہ عنھا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔

سیدہ اُم کلثوم بنت علی رضی اللہ عنھا کے بطن سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت زید بن عمر پیدا ہوئے۔ سیدنا عمر فاروق کی خلافت کے بعد سیدہ ام کلثوم اور زید کا ایک ہی دن انتقال ہوا اور کا جنازہ بھی اکٹھا ادا کیا گیا۔

2-حضرت نافع مولی ابن عمر رحمہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ:

إِنَّ ابْنَ عُمَرَ صَلَّى عَلَى تِسْعِ جَنَائِزَ جَمِيعًا، فَجَعَلَ الرِّجَالَ يَلُونَ الْإِمَامَ ، وَالنِّسَاءَ يَلِينَ الْقِبْلَةَ، فَصَفَّهُنَّ صَفًّا وَاحِدًا، وَوُضِعَتْ جَنَازَةُ أُمِّ كُلْثُومٍ بِنْتِ عَلِيٍّ امْرَأَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَابْنٍ لَهَا، يُقَالُ لَهُ زَيْدٌ، وُضِعَا جَمِيعًا، وَالْإِمَامُ يَوْمَئِذٍ سَعِيدُ بْنُ الْعَاصِ، وَفِي النَّاسِ ابْنُ عُمَرَ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ، وَأَبُو سَعِيدٍ، وَأَبُو قَتَادَةَ، فَوُضِعَ الْغُلَامُ مِمَّا يَلِي الْإِمَامَ

"سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نو میّتوں پر اکٹھی نماز جنازہ ادا کی۔ انہوں نے مذکر میتوں کو امام اور مؤنث میتوں کو قبلہ کی جانب رکھا۔ ان سب کی ایک صف بنا دی، جبکہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا جو کہ سیدنا رضی اللہ تعالی عنہ کی بیٹی اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں' انہیں اور ان کے زید نامی بیٹے کو اکٹھا رکھا۔ اس روز سیدنا سعید بن عاص رضی اللہ عنہ امام تھے جبکہ جنازہ پڑھنے والوں میں عبداللہ بن عمر، حضرت ابوہریرہ، ابوسعید خدری اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہم اجمعین شامل تھے۔ بچے کو امام کی جانب رکھا گیا"

سنن نسائی رقم الحدیث: 1980، و سندہ صحیح ، التلخیص الحبیر رقم الحدیث: 807: "اسنادہ صحیح"

3-ثقہ تابعی امام شعبی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ "عن ابن عمر انہ صلی علی اخیہ و امہ ام کلثوم بنت علی"

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی زید بن عمر اور اس کی والدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ تعالی عنہا کا جنازہ پڑھا

مسند علی بن الجعد رقم الحدیث: 593 سندہ صحیح، دوسرا نسخہ رقم الحدیث: 574

4-امام شعبی ایک اور روایت بیان کرتے ہیں کہ

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم بنت علی اور ان کے بیٹے زید یعنی اپنے بھائی کا جنازہ پڑھا۔

مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: 11574 و سندہ صحیح، دوسرا نسخہ رقم الحدیث : 11690

5-عبداللہ البہی رحمہ اللہ ثقہ تابعی سے روایت ہے کہ :

"شھدت ابن عمر صلی علیٰ ام کلثوم و زید بن عمر بن الخطاب "

میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ام کلثوم اور زید بن عمر بن الخطاب کا جنازہ پڑھتے دیکھا۔

طبقات ابن سعد جلد:8 صفحہ:468 و سندہ حسن

6-اس جنازے کے بارہ میں حضرت عمار بن ابی عمار رحمہ اللہ ثقہ تابعی نے کہا کہ میں بھی وہاں موجود تھا۔
طبقات بن سعد جلد:8 صفحہ:468 و سندہ صحیح
7-امام زین العابدین بن سیدنا حسین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:
"ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خطب الی علی رضی اللہ عنہ ام کلثوم فقال: انکحنیھا فقال علی: انی ارصدھا لابن اخی عبداللہ بن جعفر فقال عمر: انکحنیھا فو اللہ ما من الناس احد یرصد من امرھا ما ارصدہ، فانکحہ علی فاتی عمر المھاجرین فقال: الا تھنونی؟ فقالوا: بمن یاامیر المومنین؟ فقال: بام کلثوم بنت علی وا بنۃ فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ سے ام کلثوم کا رشتہ مانگا، کہا: اس کا نکاح میرے ساتھ کر دیں۔ تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اسے اپنے بھتیجے عبداللہ بن جعفر (رضی اللہ عنہ) کے لئے تیار کر رہا ہوں۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کا نکاح میرے ساتھ کر دیں۔ کیونکہ اللہ کی قسم! جتنی مجھے اس کی طلب ہے لوگوں میں سے کسی کو اتنی طلب نہیں ہے۔
نوٹ : "حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبی رشتہ کے خواہش مند تھے" پھر علی رضی اللہ عنہ نے اسے ام کلثوم کو ان یعنی سیدنا عمر کے نکاح میں دے دیا۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مہاجرین کے پاس آئے تو کہا: کیا تم مجھے مبارکباد نہیں دیتے؟ انہوں نے پوچھا: اے امیر المومنین! کس چیز کی مبارکباد؟
تو انہوں نے فرمایا: فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی مبارکباد۔
مستدرک للحاکم رقم الحدیث 4684 و سندہ حسن، وقال الحاکم: "صحیح الاسناد"، سیرۃ ابن اسحاق صفحہ: 276-275 و سندہ صحیح
یہ چند حوالہ جات اہل السنہ والجماعتہ کی عظیم کتب حدیث سے پیش کئے گئے ہیں اس کے علاوہ جو دیگر اہل سنت کی کتبِ سیرت میں اس نکاح کی نفی کی روایات ہیں مثلاً تاریخ ابن اثیر ،تاریخ الخمیس وغیرہ "کلھم ضعیف" اس سے آگے شیعہ کتب سے بالتفصیل بحث آ رہی ہے۔

شیعہ کتب

بحمد للہ تعالیٰ سیدنا عمر اور سیدہ ام کلثوم کے نکاح کو ثابت کرنے کے لیے صحیح البخاری کی ایک ہی روایت کافی تھی، مگر شیعہ رافضی ذاکرین جو اپنی فقہ اور اصول حدیث کی کتابوں سے بھی نا واقف ہیں ان کے بارہ میں ماہنامہ منہاج الحدیث کے نائب مدیر سید فرخ شاہ حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ دکھ اس بات کا ہے کی ہمیں اپنی کتب بھی پڑھنا پڑتی ہیں اور ان کی بھی پڑھنا پڑتی ہیں اس لیے ہم نے

ان کو دعوت فکر دینے کے لیے ان کے مذہب کی کتب کو اس لیے پیش کیا ہے تا کہ وہ اپنے اندر حق کو تلاش کرنے کا جذبہ پیدا کریں اور صحابہ کے بغض سے بچ جائیں اور اپنی آخرت کو بھی بہتر بنالیں۔

1-رافضی شیعہ مؤرّخ یعقوبی لکھتا ہے:

وَفِي هٰذِهِ السَّنَةِ خَطَبَ عُمَرُ إِلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ عَلِيٍّ، وَأُمُّهَا فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ، فَقَالَ عَلِيٌّ: إِنَّهَا صَغِيرَةٌ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ يَقُولُ: "كُلُّ نَسَبٍ وَّسَبَبٍ يَّنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، إِلَّا سَبَبِي وَنَسَبِي وَصِهْرِي، فَأَرَدْتُّ أَنْ يَّكُونَ لِي سَبَبٌ وَّصِهْرٌ بِرَسُولِ اللهِ، فَتَزَوَّجَهَا وَأَمْهَرَهَا عَشَرَةَ آلَافِ دِينَارٍ.

اسی سال سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف ان کی بیٹی ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا کے لئے پیغامِ نکاح بھیجا۔ یہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی لختِ جگر تھیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: ام کلثوم ابھی عمر میں چھوٹی ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں یہ رشتہ صرف اس لیے طلب کر رہا ہوں کہ" میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ روزِ قیامت تمام نسب اور تعلق منقطع ہو جائیں گے سوائے میرے تعلق، نسب اور سسرالی رشتہ کے۔ اب میری یہ خواہش ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تعلق اور سسرالی رشتہ ہو۔ اس پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ دس ہزار دینار حق مہر کے عوض اپنی صاحبزادی کی شادی کر دی

تاریخ الیعقوبی جلد:2: صفحہ:149، 150

شیعہ فقہ کی سب سے بڑی کتاب المبسوط میں دس ہزار دینار کی بجائے چالیس ہزار درہم مہر لکھا ہوا ہے۔

المبسوط شیخ طوسی جلد:4صفحہ:272

2-ابو جعفر الکلینی لکھتا ہے :

علی بن ابراهیم عن ابیه عن ابن ابي عمیر عن هشام بن سالم و حماد عن زرارة عن

ابي عبدالله علیه السلام في تزویج ام کلثوم فقال: ان ذلك فرج غصبناه

امام جعفر صادق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ام کلثوم کی شادی کے بارے میں کہا:
یہ شرمگاہ ہم سے چھین لی گئی تھی۔ معاذاللہ

الفروع من الکافی کتاب نکاح ، باب تزوج ام کلثوم جلد: 5 صفحہ: 208، منشورات الفجر بیروت لبنان، مراۃ العقول کتاب نکاح جلد:20صفحہ:46 ، مراۃ العقول کتاب الطلاق جلد: 21صفحہ: 198

ان ہی باقر مجلسی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

مرآة العقول في شرح أخبار آل الرسول جلد :20 صفحہ :42

3-ابو جعفر الکلینی مزید لکھتا ہے:

محمد بن يحيى، وغيره، عن أحمد بن محمد بن عيسى، عن الحسين بن سعيد، عن النضر بن

سويد، عن هشام بن سالم، عن سليمان بن خالد قال: سألت أباعبدالله (عليه السلام)

عن امرأة توفي زوجها أين تعتد، في بيت زوجها تعتد أو حيث شاءت؟ قال: بلى حيث

شاءت، ثم قال: إن عليا (عليه السلام) لما مات عمر أتى ام كلثوم فأخذ بيدها فانطلق

بها إلى بيته حميد بن زياد، عن ابن سماعة، عن محمد بن زياد، عن عبد الله بن سنان،

ومعاوية ابن عمار، عن أبي عبد الله عليه السلام قال: سألته عن المرأة المتوفى عنها زوجها

أتعتد في بيتها أو حيث شاءت؟ قال: بل حيث شاءت، إن عليا عليه السلام لما توفي عمر

أتى أم كلثوم فانطلق بها إلى بيته

میں نے ابو عبداللہ سے پوچھا کہ وہ عورت جس کا شوہر انتقال کر گیا ہو وہ عدت شوہر کے گھر میں پوری کرے گی یا جہاں وہ چاہے کر لے؟ امام رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا جہاں وہ چاہے کر لے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ ام کلثوم رضی اللہ تعالی عنہا کو اپنے گھر لے آئے۔

الفروع من الکافی باب التوفی عنہا زوجہا المدخول بہا این تعتد و ما یجب علیہا جلد :6 صفحہ : 115،116 دار المعارف بیروت لبنان ،دوسرا نسخہ الفروع الکافی جلد: 6 صفحہ:75 مطبوعہ منشورات الفجر بیروت لبنان ،وسائل الشیعہ جلد: 22صفحہ: 242،الاستبصار جلد:3صفحہ:660مطبوعہ منشورات الفجر بیروت لبنان

اس حدیث کو ملاں باقر مجلسی نے صحیح قرار دیا ہے۔

کتاب مرآة العقول في شرح أخبار آل الرسول جلد: 21صفحہ: 199

4- ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی نے الحسین بن سعید عن النفر بن سوید عن ھشام بن سالم عن سلیمان بن خالد کی سند کے ساتھ نقل کیا کہ ابو عبداللہ "جعفر الصادق رحمہ اللہ "نے فرمایا:
جب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہوئے تو علی علیہ السلام نے آ کر ام کلثوم کا ہاتھ پکڑا پھر انہیں اپنے گھر لے گئے۔ یہ حوالہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے۔
الاستبصار فیما اختلف من الاخبار جلد:3 صفحہ:472 رقم الحدیث:1258
5الحسين بن سعيد عن النضر بن سويد عن هشام بن سالم عن سليمان بن خالد قال: سألت أبا عبد الله عليه السلام عن امرأة توفي عنها زوجها أين تعتد في بيت زوجها أو حيث شاءت؟ قال: حيث شاءت، ثم قال: إن عليا عليه السلام لما مات عمر أتى أم كلثوم فأخذ بيدها فانطلق بها إلى بيته.

امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس عورت کے متعلق جس کا خاوند فوت ہوجائے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ وہ اپنی عدّت کہاں گزارے اپنے گھر میں یا جہاں چاہے ؟ امام علیہ السلام نے فرمایا جب عمر فوت ہوئے تو حضرت علی ام کلثوم کے پاس آئے تھے اور اسے اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے تھے ۔یہ حوالہ بیروت کے نسخہ سے پہلے بیان ہو چکا ہے
فروع کافی جلد 2 صفحہ: 311
6-ابو جعفر محمد بن حسن طوسی شیعہ محدثین کے نہایت بلند پایہ فاضل فروع کافی کی اس روایت کو تہذیب الاحکام کتاب الطلاق باب عدۃ النساء جلد: 2 صفحہ: 238 مطبوعہ ایران اور استبصار فیما اختلف من الاخبار جلد: 3 صفحہ: 352 مطبوعہ نجف اشرف جلد: 2 صفحہ: 185 مطبوعہ لکھنو میں بھی دو علیحدہ سندوں سے روایت کرتے ہیں۔
7-زین الدین بن احمد عاملی " شرائع الاسلام فی مسائل الحلال والحرام " کی شرح میں متن کی اس عبارت یجوز نکاح الحرۃ العبد و العربیۃ العجمی و الھاشمیۃ غیر الھاشمی وبالعکس کے تحت لکھتے ہیں ۔حضور نے اپنی ایک بیٹی کا نکاح حضرت عثمان سے کیا اور ایک بیٹی کا ابو العاص سے حالانکہ دونوں بنی ہاشم میں سے نہ تھے ۔ اسی طرح حضرت علی نےاپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے کیا اور حضرت عثمان کے پوتے عبداللہ کا نکاح امام حسین کی بیٹی فاطمہ سے ہوا اور فاطمہ کی بہن سکینہ سے مصعب بن زبیر نے نکاح کیا اور یہ سب مرد بنی ہاشم میں سے نہ تھے ۔
مسالک الافھام کتاب ا لنکاح جلد: 1
8- ابو جعفر محمد بن حسن طوسی حضرت امام باقر رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ۔

ام کلثوم بنت علی اور ان کے بیٹے زید بن عمر کی وفات ایک ہی ساعت میں واقع ہوئی یہ پتہ نہ چل سکا کہ پہلے فوت کون ہوا ۔ پس ان میں سے کوئی دوسرے کا وارث نہیں ہوا ۔ اور دونوں پر نماز جنازہ اکٹھی پڑھی گئی ۔

تہذیب الاحکام جلد :2 کتاب المیراث صفحہ: 380،دوسرا نسخہ تہذیب الاحکام طوسی جلد: 9 صفحہ:308 منشورات الفجر بیروت لبنان

9- شیعہ محدث قاضی نور اللہ شوستری رسول اللہ اور حضرت علی کے امور مشابہت شمار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں " اگر نبی دختر بہ عثمان داد ولی دختر بہ عمر فرستاد" یعنی اگر نبی نے بیٹی حضرت عثمان کو دی تو ولی نے بیٹی حضرت عمر کے نکاح میں دے دی ۔

مجالس المومنین جلد: 1 صفحہ: 204

10- شیعہ محدث علامہ ابن شہر آشوب مازندرانی لکھتا ہے

حضرت فاطمہ کی اولاد یہ تھی ۔الحسن والحسین و المحسن سقط ،زینب کبری اور ام کلثوم کبری جن سے حضرت عمر نے نکاح کیا تھا

مناقب آل ابی طالب جلد: 3 صفحہ: 162

علامہ ابن شہر آشوب نے اس کتاب کی جلد نمبر 2 صفحہ: 144 علامہ ابن شہر آشوب نے جلد نمبر 2 ص 144 پر بھی اس نکاح کا تذکرہ کیا ہے ۔

11- شیعہ مجتہد مرتضی علم الہدی لکھتا ہے

یہ کوئی امر ممنوع نہ تھا کہ حضرت علی اپنی بیٹی حضرت عمر کے نکاح میں دے دیں ۔کیونکہ عمر بظاہر اسلام کے قائل اور شریعت پر عامل تھے ۔

کتاب الشافی صفحہ: 216

12-عباس قمی حضرت علی کی اولاد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے

ام کلثوم کے حضرت عمر کے نکاح میں آنے کی حکایت کتابوں میں مسطور ہے۔

منتہی الآمال جلد :1 صفحہ: 135

13- شیعہ مورخ و محدث ہاشم خراسانی مشہدی لکھتا ہے

ام کلثوم بنت فاطمہ کا اصلی نام رقیہ کبری تھا ۔جیسا کہ عمدۃ المطالب میں مذکور ہے وہ بہت جلالت شان رکھتی تھیں اور حضرت عمر کی بیوی تھیں

منتخب التواریخ صفحہ: 94

14- ملاں باقر مجلسی اس نکاح کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے
ایسی احادیث وارد ہونے کے بعد اور جو روایات بالاسناد آگے آرہی ہیں کہ جب عمر فوت ہوئے تو حضرت علی ام کلثوم کے پاس آئے اور انھیں اپنے گھر لے گئے اور اس طرح کی اور روایات جنھیں میں نے بحارالانوار میں درج کیا ہے اس نکاح کا انکار ایک امر عجیب ہے اور اصل جواب یہی ہے کہ یہ نکاح تقیہ اور حالت اضطرار میں ہوا اور ایسا ہونا کوئی امر مستبعد نہیں۔
مراۃ العقول فی شرح فروع الکافی جلد :3 صفحہ: 449
15- شیعہ محدث محمد بن جعفر کُلَیْنِی نے امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے حوالے سے ایک روایت ذکر کی ہے ۔ آپ سے اس عورت کی عدت کے بارے میں پوچھا گیا،جس کا خاوند فوت ہو گیا ہو کہ وہ عدت کہاں گزارے ؟اپنے خاوند کے گھر یا جہاں چاہے گزار سکتی ہے؟
اس پر امام صاحب نے فرمایا :جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے، پھر فرمایا:
إِنَّ عَلِيًّا لَمَّا مَاتَ عُمَرُ أَتَى أُمَّ كُلْثُومٍ، فَأَخَذَ بِيَدِهَا، فَانْطَلَقَ بِهَا إِلَى بَيْتِهِ ۔
”جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فوت ہوگئے، توسیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے گھر لے گئے۔“
الکافی فی الفروع، کتاب الطلاق جلد:6 صفحہ:116،115
16-طوسی شیعہ نے امام باقر رحمہ اللہ سے یہ روایت ذکر کی ہے :
مَاتَتْ أُمُّ كُلْثُومٍ بِنْتُ عَلِيٍّ وَابْنُهَا زَيْدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ، لَا يُدْرَى أَيُّهُمَا هَلَكَ قَبْلُ، فَلَمْ يُورَثْ أَحَدُهُمَا مِنَ الْآخَرِ، وَصُلِّيَ عَلَيْهِمَا جَمِيعًا ۔
”سیدہ ام کلثوم بنت علی اور ان کے بیٹے زید بن عمر بن خطاب بالکل ایک ہی وقت میں فوت ہوئے،یہ بھی معلوم نہیں ہوسکا کہ دونوں میں سے پہلے کون فوت ہوا،نہ دونوں میں سے کوئی دوسرے کا وارث بنا۔دونوں کی نمازِ جنازہ بھی اکٹھی ادا کی گئی۔“
تہذیب الأحکام ، کتاب المیراث جلد:9 صفحہ:262
17- سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نکاح کو ان شیعہ علماء نے بھی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے :
سید مرتضی نے الشافی صفحہ : 166،ابنِ شہر آشوب مناقب آل أبی طالب جلد:3 صفحہ: 162 ، طبعۃ ممبئی، الہند)، شیعہ عالم اربلی(کشف الغمۃ فی معرفۃ الأئمۃ، صفحہ : 10،مطوعہ إیران، القدیم، ابنِ ابو الحدید شرح نہج البلاغۃ جلد 3 صفحہ:124 ، مقدس اردبیلی حدیقۃ الشیعۃ، صفحہ : 277، طبعہ طہران، قاضی نور اللہ شوشتری مجالس المؤمنین، صفحہ : 76، طبعہ ایران، القدیم ۔

18-اس نکاح سے فقہائے شیعہ نے ہاشمیہ عورت کے غیر ہاشمی مرد کے ساتھ نکاح کے جواز کا استدلال کیا ہے۔شیعہ فقیہ حلی المتوفی 672ہجری نے لکھا ہے :

وَيَجُوزُ إِنْكَاحُ الْحُرَّةِ الْعَبْدَ، وَالْعَرَبِيَّةِ الْعَجَمِيَّ، وَالْهَاشِمِيَّةَ غَيْرَ الْهَاشِمِيِّ

آزاد عورت کا غلام مرد کے ساتھ، عربی عورت کا عجمی مرد کے ساتھ اور ہاشمی عورت کا غیر ہاشمی مرد کے ساتھ نکاح جائز ہے۔

شرائع الاسلام في مسائل الحلال والحرام، کتاب ا لنکاح جلد:2 صفحہ: 467

19-شیعہ مفسر العاملی نے لکھا ہے :

وَزَوَّجَ النَّبِيُّ ابْنَتَهُ عُثْمَانَ، وَزَوَّجَ ابْنَتَهُ زَيْنَبَ بِأَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ، وَلَيْسَا مِنْ بَنِي هَاشِمٍ، وَكَذٰلِكَ زَوَّجَ عَلِيٌّ ابْنَتَهُ أُمَّ كُلْثُومٍ مِنْ عُمَرَ، وَتَزَوَّجَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ فَاطِمَةَ بِنْتَ الْحُسَيْنِ، وَتَزَوَّجَ مُصْعَبُ بْنُ الزُّبَيْرِ أُخْتَهَا سَكِينَةَ، وَكُلُّهُمْ مِنْ غَيْرِ بَنِي هَاشِمٍ

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک بیٹی کا نکاح سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا،اپنی دوسری بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا۔یہ دونوں بنو ہاشم کے آدمی نہیں تھے۔اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم کی شادی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کی،ایسے ہی سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عثمان کی شادی سیدہ فاطمہ بنت حسین سے اور سیدنا مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شادی ان(فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا)کی بہن سکینہ سے ہوئی۔یہ سب غیر ہاشمی تھے۔

مسالک الافہام شرح شرائع الاسلام، باب لواحق العقد جلد:7 صفحہ:410

20- شیعہ محدث ابن ابو الحدید نے ایک روایت ان الفاظ کے ساتھ ذکر کی ہے :

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَجَّهَ إِلَى مَلِكِ الرُّومِ بَرِيدًا، فَاشْتَرَتْ أُمُّ كُلْثُومٍ امْرَأَةُ عُمَرَ طِيبًا بِدَنَانِيرَ، وَجَعَلَتْهُ فِي قَارُورَتَيْنِ، وَأَهْدَتْهُمَا إِلَى امْرَأَةِ مَلِكِ الرُّومِ، فَرَجَعَ الْبَرِيدُ إِلَيْهَا، وَمَعَهُ مِلْءُ الْقَارُورَتَيْنِ جَوَاهِرَ، فَدَخَلَ عَلَيْهَا عُمَرُ، وَقَدْ صُبَّتِ الْجَوَاهِرُ فِي حِجْرِهَا، فَقَالَ: مِنْ أَيْنَ لَكِ هٰذَا؟ فَأَخْبَرَتْهُ، فَقَبَضَ عَلَيْهِ وَقَالَ: هٰذَا لِلْمُسْلِمِينَ، قَالَتْ: كَيْفَ، وَهُوَ عِوَضُ هَدِيَّتِي؟ قَالَ: بَيْنِي وَبَيْنَكِ أَبُوكِ، فَقَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَكِ مِنْهُ بِقِيمَةِ دِينَارِكِ، وَالْبَاقِي لِلْمُسْلِمِينَ جُمْلَةً، لِأَنَّ بَرِيدَ الْمُسْلِمِينَ حمله

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے قاصد کو رومی بادشاہ کی طرف بھیجا،آپ کی زوجہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے کچھ دینار کی خوشبو خریدی اور اسے دو بوتلوں میں بند کر کے رومی بادشاہ کی بیوی کو تحفہ بھیجا۔جب قاصد واپس آیا، تو وہ جواہرات کی بھری دو بوتلیں لایا۔سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، تو ان کی گود میں جواہرات پڑے تھے۔آپ نے پوچھا : یہ جواہرات کہاں سے آئے ہیں؟انہوں نے بتایا، توسیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وہ جواہرات ان سے لے لئے اور فرمایا : یہ مسلمانوں کے ہیں۔سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا : یہ کیسے ہو سکتا ہے؟یہ تو میرے بھیجے ہوئے ہدیہ کے عوض میں آئے ہیں۔سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا : میرے اور آپ کے درمیان آپ کے والد فیصلہ کریں گے۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا :بیٹی تیرے دیناروں کی قیمت کے برابر جواہرات تجھے ملیں گے،باقی تمام مسلمانوں کے حصے میں آئیں گے،کیونکہ قاصد مسلمانوں ہی کا تھا۔ ماشاءاللہ سیدنا علی المرتضیٰ کا عدل وانصاف۔

شرح نہج البلاغہ : جلد 4 صفحہ:575 مطبوعہ بیروت

بعض رافضی شیعوں نے سیدنا عمر سے بغض کی وجہ سے اس نکاح کا انکار کرتے ہوئے امام ابو عبداللہ جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف ایک تہمت منسوب کر دی کی امام جعفر صادق رحمہ اللہ نے فرمایا

اِنَّ ذٰلِکَ فَرْجٌ غُصِبْنَاہُ

یہ شرمگاہ ہم سے چھین لی گئی معاذاللہ

الکافی فی الفروع : جلد:2 صفحہ :141 مطبوعہ ہند

توضیح

شیعہ اصولِ حدیث کے مطابق یہ قول صحیح ہےاہل سنت کے اصولِ حدیث کی رو سے یہ قول جھوٹا اور مردود ہے حضرت امام جعفر الصادق رحمہ اللہ پر بہتان ہے :

1 علی بن ابراہیم بن ہاشم ابو الحسن قمی
2 اس کا باپ ابراہیم بن ہاشم ابن الخلیل ابو اسحاق قمی
3 محمد بن ابو عمیر
4 ہشام بن سالم
5 حماد بن عثمان
6 ابو الحسن زرارہ بن امین الشیبانی

یہ سب کے سب "مجہول" ہیں۔
ان اشخاص کی توثیق نہیں مل سکی، ان میں سے بعض کے تو حالات زندگی ہی کا پتہ نہیں چل سکا۔یہ قول خود ساختہ ہے بلکہ مذہب شیعہ مکمل خود ساختہ ہے۔دوسری طرف شیعہ عالم مقدس اردبیلی سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کو معاذاللہ بزدل ثابت کر کے اس نکاح سے انکار کرنے کی کوشش کی ہے اردبیلی لکھتا ہے:

إِنَّ عَلِيًّا لَمْ يَكُنْ يُرِيدُ أَنْ يُزَوِّجَ ابْنَتَهُ أُمَّ كُلْثُومٍ مِنْ عُمَرَ، وَلٰكِنَّهُ خَافَ مِنْهُ، فَوَكَّلَ عَمَّهُ عَبَّاسًا لِيُزَوِّجَهَا مِنْهُ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ اپنی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کریں، مگر ڈر کی وجہ سے انہوں نے یہ کام کیا،چنانچہ اپنے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو یہ کام سپرد کیا کہ وہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیں۔
حدیقۃ الشیعہ صفحہ : 277
چلیں اتنا تو ہوا کہ اس نکاح کو تسلیم کر لیا گیا جاہل رافضی شیعہ ذاکر عبد الکریم مشتاق جو صحابہ پر بکواس بکتا ہے اس کو چاہیے کہ اپنی مذہب کی کتب کو بھی پڑھ لیا کرے۔
جب شیعہ نے یہ بات تسلیم کر لی کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کیا تھا، تو اس سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ چاروں خلفائے راشدین کے درمیان بے حد محبت اور گہرا تعلق تھا وہ ایک دوسرے کے احترام میں رشتے ناطے تک قائم کرتے تھے اب اس تعلق اور محبت کی فضاء کو خراب اور بدنما بنا کر پیش کیا جاتا ہے ۔یہی وجہ ہے کہ کچھ شیعوں نے اس نکاح کو جھٹلانے کے لیے ایک قصہ وضع کیا کہ سیدنا علی نے ایک جنیہ کو ام کلثوم کی شکل میں منتقل کر کے عمر کے پاس بھیج دیا یہ جنیہ اہل نجران کی یہودیہ تھی جس کا نام سحیقہ بنت جوہریہ تھا ۔بعد وفات عمر حضرت علی نے ام کلثوم کو ظاہر کیا" صحیح اور اصل حقائق آپ پہلے ہی شیعہ علماء اور کتب سے ملاحظہ فرما چکے ہیں۔
جرائح الجرائح صفحہ: 136

باقر مجلسی نکاحِ ام کلثوم کو تقیہ اور مجبوری قرار دیتے ہیں۔
مراۃالعقول باب تزوج ام کلثوم جلد: 60 صفحہ: 45
جرائح الجرائح اور باقر مجلسی کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ ایسے لوگ اہل بیت اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خیر خواہ کیسے ہو سکتے ہیں؟
ایک جھوٹی کہانی بنا کر یہ ثابت کیا جا رہا ہے کہ معاذ اللہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نہایت بزدل تھے اور اپنے حقوق کے حصول میں اس قدر چشم پوشی سے کام لیتے تھے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان سے ان کی عزت و عصمت تک چھین لی، مگر انہوں نے پوری زندگی زبان تک نہیں کھولی۔ایسی رسوائی والی باتوں سے ہم اللہ رب العزت کی پناہ میں آتے ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس قسم کی باتوں سے بہت بلند تھے۔جس دل میں ذرہ برابر ایمان ہو، وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف یہ رسوا کن بات منسوب نہیں کر سکتا۔
المختصر ان تاویلوں کی کوئی اہمیت نہیں ہم ہر اس بات کو جو اہل بیت کرام کی شان کے منافی ہو غلط اور افتراء سمجھتے ہیں ۔ ان اقوال کو نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت ام کلثوم بنت علی کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آنا ایک ایسا امر ہے جس کا شدید ترین مخالفت کے باوجود انکار نہیں ہو سکتا ۔البتہ بعض لوگ پھر بھی کچھ اعتراضات کرتے ہیں۔
اعتراض کا جواب:
یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت ام کلثوم کمسن تھیں اور حضرت عمر کافی عمر رسیدہ تھے اس لئے اس نکاح میں مناسبت نہیں ہے۔
جواب: اصول کافی میں لکھا ہے فاطمہ بنت محمد رسول خدا کے جانے کے بعد75دن بعد اس دنیا سے آپ نے رحلت فرمائی اس وقت آپ کی کل عمر اٹھارہ سال تھی
اصول کافی جلد 3:صفحہ :46: باب: 114 فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کی ولادت کے بارے میں الشافی ترجمہ اصول کافی مطبوعہ مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور۔
سوال یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ کی عمر نکاح کے وقت کتنی تھی کیونکہ سیدہ فاطمہ کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں اس لحاظ سے نکاح کے وقت سیدہ سلام اللہ علیہا کی عمر کیا ہوگی؟؟
البتہ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمروں میں کافی فرق تھا ۔حضرت عائشہ صدیقہ حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا سے بھی عمر میں چھوٹی تھیں اور بہت صغیر سنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئی تھیں اگر اس نکاح میں کوئی قباحت نہیں ہے تو حضرت ام کلثوم کا حضرت عمر فاروق اعظم کے نکاح میں آنا یہ کونسا عجیب ہے۔عربی تمدن میں خاوند اور بیوی کا قریب العمر ہونا ضروری نہیں تھا ۔
دوسری وجہ یہ ہے کہ ہماری تحقیق کے مطابق حضرت علی المرتضیٰ کی بیٹی جو اس وقت صغیرہ تھیں اور پانچ سال کے قریب تھیں۔

وہ ام کلثوم تھیں جو حضرت فاطمہ کے بطن سے نہ تھیں اور کسی اور بیوی سے تھیں یہ ام کلثوم صغری کہلواتی تھیں ۔ام کلثوم کبری جو سیدہ فاطمہ کی صاحبزادی تھیں وہ ہرگز صغیرہ نہ تھی اور حضرت فاروق اعظم کے نکاح میں وہی تھیں ان پر اگر کہیں صغیرہ سنی کا اطلاق ہے تو فی نفسہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے نہیں محض مقابلتا چھوٹا ہونے کی وجہ سے ہے ۔تیسری وجہ یہ کہ حضرت ام کلثوم حضرت فاطمہ کی چھوتھی اولاد تھیں اور حضرت زینب سے چھوٹی تھیں ۔حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت ام کلثوم کے مابین صرف ایک بیٹی حضرت زینب ہیں شیعہ عالم شیخ طوسی کے بیان کے مطابق حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ، ہجرت کے تیسرے سال ربیع الاول کے آخر میں پیدا ہوئے ۔حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں عمر کا عرصہ کم تھا ۔امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالی عنہما کی عمروں میں فرق ایک سال سے بھی کم تھا ۔ حضرت ام کلثوم پانچ یا چھ ہجری کے قریب پیدا ہوئیں ۔اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم کے نکاح میں یہ کس وقت آئیں ۔حافظ ابن حبان اس واقعہ نکاح کو 17 ہجری میں بیان کرتے ہیں ۔ اس حساب سے حضرت ام کلثوم کا یہ نکاح 12 سال کی عمر میں ہوا اور عربی آب و ہوا کے مطابق یہ عمر قابل شادی ہے
شیعوں نے مقدمہ فدک میں حضرت ام کلثوم کو گواہ کے طور پر بھی پیش کیا ہے ۔ثابت ہوا کہ صغیر سنی کا عذر محض اس حد تک ہی معقول ہوگا کہ حضرت عمر کے مقابلے میں ان کی عمر چھوٹی تھی نہ کہ نا قابل نکاح تھیں۔

اُمّت کی تباہی قریش کے نوجوانوں کے ہاتھ

سنابلی صاحب کے مؤقف کا جائزہ

✍: طلحہ السلفی

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على عبده ورسوله نبينا محمد وعلى آله وأصحابه ومن

تبعهم بإحسان إلى يوم الدين

حامیان یزید میں جہاں بہت سے نام آتے وہاں ایک نام ممبئ میں رہنے والے ایک مولوی کفایت اللہ سنابلی صاحب کا بھی آتا ہے، آپ نے تو یزید کے دفاع میں اُصول حدیث کو بھی کھلواڑ بنا کر رکھ دیا ہے۔ جہاں کوئی روایت یزید کے دفاع میں آئی اسے صحیح کہہ دیا، جہاں کوئی روایت یزید کے خلاف آئی تو اسے ضعیف قرار دیا۔ وہ سارے حقائق ہم ان شاء اللہ وقتاً فوقتاً قارئین کے سامنے پیش کرتے رہیں گے، ابھی ہم آپ کے سامنے ایک حدیث پیش کر رہے ہیں وہ صحیح البخاری کی حدیث ہے جس کو کفایت اللہ نے سنابلی نقل کیا ہے کہ سیّدنا ابوہریرہ رضي اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سمعت الصادق و مصدوق يقول: هلكة أمتي على يدي غلمة من قريش، فقال مروان:

لعنة الله عليهم غلمة

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے صادق و مصدوق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فرمایا میری اُمّت کی تباہی قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھ سے ہوگی، مروان نے کہا: اُن لڑکوں پر اللہ کی لعنت ہو۔

صحیح البخاري كتاب الفتن رقم الحديث 7085

اِس حدیث کے بارہ میں کفایت اللہ سنابلی کہتے ہیں کہ: "سلف میں سے کسی نے بھی اِس حدیث کا مصداق یزید کو نہیں بتایا

یزید بن معاویہ پر الزامات کا جائزہ صفحہ: 285

کاش سنابلی صاحب دفاعِ یزید کا چشمہ اتار کر دیکھتے تو اُنہیں علم ہو جاتا کہ کتنے اسلاف نے اس حدیث کا مصداق یزید کو بتایا ہے، چنانچہ سلف کے چند ایک اقوال ہم پیش کر دیتے ہیں تا کہ سنابلی صاحب کی لاعلمی واضح ہو جائے۔

1۔امام ابو بکر القرطبی المتوفی 671 ہجری فرماتے ہیں :

"وکان من هؤلاء الاغیلمة والله اعلم یزید بن معاویة وعبید الله بن زیاد،، فقد صدر عنهم ما لا یخفي من الفساد وقتل أهل بیت رسول الله"

یعنی اللہ جانتا ہے کہ اُن لڑکوں میں سے یزید بن معاویہ اور عبید اللہ بن زیاد بھی ہیں، اور انہوں نے اپنے دور میں جو فتنہ فساد برپا کیا، وہ کسی سے بھی چھپا ہوا نہیں ہے، اور انہوں نے ہی اہلِ بیت کا قتل کیا ہے

التذکرۃ باحوال الموتی للقرطبی

2۔امام بدرالدین العینی المتوفی 855 ہجری نے کہا کہ:

"واولھم یزید علیہ"

یعنی اُن لڑکوں کی شروعات یزید سے ہوتی ہے

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری للعینی جلد :24صفحہ:180

3۔ابن حجر عسقلانی نے کہا:

وإن اولھم یزید کما دل علیہ قول ابی ھریرہ

یعنی اُن لڑکوں میں سے پہلا لڑکا یزید ہے، جیسا کہ ابو ھریرہ کا قول اس پر دلالت کرتا ہے

فتح الباری لابن حجر العسقلانی جلد:13 صفحہ :13

4۔فضیلۃ الشیخ الدکتور عبد الکریم بن عبد اللہ الخضیر فرماتے ہیں کہ:

وقد إختلف أهل العلم في لعن الظالم المعین من المسلمین، کیزید والحجاج وامثالهم

اہلِ علم کا اس بات پر اختلاف ہے کہ مسلمانوں میں کسی خاص ظالم مسلمان پر لعنت کی جائے یا نہیں، جیسے یزید اور حجاج اور ان جیسے لوگ۔

شرح کتاب الفتن من صحیح البخاری صفحہ :44

خلاصۃ الکلام

کفایت اللہ سنابلی صاحب نے دفاعِ یزید میں سب کچھ قربان کر ڈالا ، دوسرے لفظوں میں لا علمی کی بُنیاد پر اِس طرح کے حیلے بہانے پیش کئے ہیں جن سے جہالت کی عکاسی ہوتی ہے،اور ان کا یہ طریقہ سلف کے منہج کے بھی برعکس ہے

سعید بن عبد العزیز التنوخی الدمشقی کے اختلاط اور انور شاہ راشدی کی وکالت کا جائزہ

تحریر و تحقیق: ابو الماحی مدثر جمال راز السلفی

الحمدللہ رب وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد!

الکامل ابن عدی اور صحیح ابن حبان کی ایک روایت " وفي كلِّ أيّامِ التَّشريقِ ذبحٌ " پر کچھ دن پہلے رقم الحروف نے ایک مفصل مضمون لکھا تھا جس میں تفصیل سے اس روایت کا اضطراب ثابت کیا گیا تھا۔اور اس روایت کی سند پر میرا ایک اعتراض امام سعید بن عبد العزیز التنوخی رحمہ اللہ کے اختلاط پر تھا اس مضمون کو بھی ان شاءاللہ اگلے شمارے میں شائع کر دیا جائے گا۔سوشل میڈیا پر اسے شائع کرنے کے چند دن بعد اس اعتراض پر جناب انور شاہ راشدی صاحب کی طرف سے جواب آیا جس کا متن پیش خدمت ہے۔
جناب انور شاہ راشدی صاحب لکھتے ہیں : " ہمارے فاضل دوست شیخ ابو فوزان کفایت اللہ سنابلی حفظہ اللہ نے "چار دن قربانی" کی مشروعیت پر ایک مفصل و مدلل کتاب تالیف کی جسے علمی و تحقیقی حلقوں میں بہت سراہا گیا، وللہ الحمد، مگر جہاں اس کتاب کی تحسین کی گئی وہاں بعض حضرات نے اسے تنقید کا نشانہ بھی بنایا جو اس بات کی علامت ہے کہ کتاب الحمد للہ اپنے مقصد میں کامیاب رہی ہے جس نے موافق ومخالف دونوں حلقوں کو متاثر کیا ہے"

جناب عرض ہے کہ اسے کن علمی و تحقیقی حلقوں میں بہت سراہا گیا ؟ صاف الفاظ میں کہئے کہ چار دن قربانی کے قائلین نے سراہا ، اور اگر یہ کتاب مدلل ہوتی علمی و تحقیقی ہوتی اور اسے سراہا گیا ہوتا ، تب تو ہونا یہ چاہیے تھا کہ اہل حدیث میں جو علماء تین دن قربانی کے قائل ہیں وہ بھی چار دن کے قائل ہوجاتے لیکن ایسا نہیں ہے ۔ بلکہ اس میں ثقہ راویوں پر سرفراز خان صفدر کی طرح بے جاہ کلام کرکے انہیں اور انکی روایات کو مشکوک بنانے کی کوشش کی گئی اور ضعیف رواۃ کو ثقہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ۔

تنقید کا نشانہ کیوں نہ بناتے کیونکہ کفایت اللہ سنابلی صاحب نے اصول حدیث کا جنازہ نکالا ہے اپنے مؤقف کی مردود روایات کو صحیح، اور ضعیف راویوں کو ثقہ اور ثقہ راویوں کو ضعیف و مشکوک بنانے کی ہر جگہ کوشش کی ہے ۔یہ بات تو ہم بھی کہتے ہیں کہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے جب تین دن قربانی پر تحقیقی مضمون لکھا تو جہاں اس لاجواب مضمون کی تحسین کی گئی وہاں بعض حضرات نے اُسے تنقید کا نشانہ بھی بنایا جو اس بات کی علامت ہے کہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا تحقیقی مضمون اپنے مقصد میں کامیاب رہا جس نے موافق ومخالف دونوں حلقوں کو متاثر کیا ہے اللہ اکبر۔

جناب انور شاہ راشدی صاحب لکھتے ہیں : " اس کے بعد ہم اس مضمون میں زیر بحث ایک بنیادی مبحث کی وضاحت کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ موصوف نے اپنے مضمون کی جس امر پر بنیاد رکھی ہے وہ نہ صرف آئمہ حدیث کے نزدیک بر خود غلط ہے بلکہ وہ جناب کے مقتدا محترم شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے بھی موافق نہیں ہے۔ اس لیے موصوف ایک ایسی راہ پہ تن تنہا سرپٹ دوڑے جا رہے ہیں جس میں کوئی اپنا ان کا ہمنوا نہیں " اس بارہ میں عرض ہے جناب انور شاہ راشدی صاحب کا اشارہ شاید سعید بن عبد العزیز کے اختلاط والے اعتراض پر ہے کیونکہ یہ اعتراض انکی نظر میں مجھ سے پہلے کسی نے نہیں کیا بلکہ محدث حافظ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہؒ اور انکے شاگردوں نے بھی نہیں ۔

تو جناب عرض ہے کہ علماء کی توجہ اس طرف نہیں گئی ، میرا لکھا ہوا مضمون جب سوشل میڈیا "وٹس اپ" پر میرے ایک دوست نے فن اسماء الرجال کے ماہر شیخ علامہ غلام مصطفی ظہیر امن پوری حفظہ اللہؒ کو بھیجا تو شیخ امن پوری حفظہ اللہؒ نے سعید بن عبد العزیز کے اختلاط کا ہی انکار کردیا کہ ان کا اختلاط ثابت نہیں لیکن جب میرے دوست نے تاریخ ابن معین کے حوالے کی طرف توجہ دلائی تو شیخ امن پوری حفظہ اللہؒ نے کہا: " میری نظر نہیں پڑھی تھی معذرت " ۔

ہمارے اس اعتراض کی طرف امام ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے بھی اشارہ کیا ہے دیکھئے:
سلسلۃ الأحادیث الصحیحہ : جلد:5 صفحہ: 619 تحت حدیث:2476
مکمل قول آگے آرہا ہے لہذا ثابت ہوا یہ اعتراض کرنے پر ہم تن تنہا نہیں ہیں، بلکہ ہم سے پہلے امام البانی رحمہ اللہ نے بھی یہ بات کہی ہے اور دیگر علماء کی اس طرف توجہ نہیں گئی ہے ۔
جناب انور شاہ راشدی صاحب لکھتے ہیں :
"موصوف نے شیخ سنابلی کی درج بالا منقول حدیث پر چند اعتراضات وارد کر کےاسے " ضعیف و منکر اور مردود" ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ دیگر اعتراضات کا تفصیلی جواب تو شیخ سنابلی اور ان کے دفاع میں نشر کردہ تحریروں میں آ چکا ہے "
عرض ہے کہ ان دیگر اعتراضات کے تفصیلی جواب " کا جواب اس روایت کے تعلق سے رقم الحروف نے اس مضمون اور دوسرے مضمون میں دے دیا ہے۔ اور اس روایت کو ضعیف و منکر اور مردود ثابت کرنے کی ناکام کوشش نہیں بلکہ محدثین سے اور کفایت اللہ سنابلی صاحب کے اصول سے بھی اس روایت کو سنداً و متناً مضطرب ، منکر ، ضعیف و مردود ثابت کیا ہے والحمدللہ۔
جناب انور شاہ صاحب ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں :
"ابھی حال ہی میں ایک صاحب نے شیخ سنابلی حفظہ اللہ کی کتاب پر ایک تنقیدی مضمون بعنوان "تحقیق حدیث ایام تشریق " لکھا جسے سوشل میڈیا وغیرہ پر بھی نشر کیا گیا۔ یہ مضمون نگار موصوف ایک طرف تو آغاز ہی میں افسوس کا اظہار کرتے ہوئے شیخ کفایت اللہ سنابلی سے شکوہ کناں ہیں کہ وہ شیخ زبیر رحمہ اللہ اور ان کے تلامذہ کا بے ادبی سے تذکرہ کرتے ہیں۔ مگر تعجب ہے کہ خود بھی ان صاحب نے اپنی اسی تحریر میں نہایت سوقیانہ لہجے اور غلیظ انداز میں شیخ سنابلی پر کیچڑ اچھالا ہے اور بے ادبی کی ہے۔ دوسروں سے شکوہ کرنے سے قبل موصوف کو ذرا اپنے گریبان میں بھی جھانک لینا چاہیئے۔
آنجناب نے شیخ سنابلی کو "خائن" "دوغلے" اور "مغالطے باز" جیسے القابات سے نواز کر اپنی دریدہ دہنی اور تربیت میں کمی کا بھرپور ثبوت دیا ہے۔ کہنا ہم یہ چاہتے ہیں کہ شکوہ تب ہو سکتا ہے جب اپنا دامن ان چیزوں سے پاک وصاف ہو۔ بصورت دیگر خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔ اور ویسے آپ کے حلقے کی طرف سے عموماً جو زبان استعمال ہوتی ہے، اس کے بعد ایسا کوئی شکوہ آپ حضرات کو زیب نہیں دیتا "

تو جناب آپ ہی کے الفاظ میں عرض ہے کہ: " جب اپنا دامن ان چیزوں سے پاک وصاف ہو پھر ہم پر انگلی کیوں اٹھاتے ہو ، بصورت دیگر آپ کے لیے خاموش رہنا ہی بہتر تھا اور آپ کے حلقے کی طرف سے عموماً جو زبان استعمال ہوتی ہے ، اس کے بعد ایسا کوئی شکوہ آپ حضرات کو زیب نہیں دیتا اور خود آپ شکوہ کناہ ہیں عجیب بات ہے مجھے کہہ رہے ہیں جبکہ خود کفایت اللہ سنابلی اور ان کے پیروکاروں کی طرز تحریر سے واقف ہیں تو پھر خود آپ آغاز ہی میں میرے جواب میں افسوس کیوں کر رہے ہیں۔

رہی بات کہ میں نے کفایت اللہ سنابلی کو "خائن"، "دوغلے" اور "مغالطے باز"، جیسے القابات سے نوازا ہے تو جناب ان دیئے گئے القابات والے اوصاف ہم کفایت اللہ سنابلی صاحب کے ثابت کر سکتے ہیں کیونکہ یہ سب اوصاف جناب میں موجود ہیں البتہ آپ جو چاہیں لکھتے اور کہتے رہیں۔

جناب انور شاہ صاحب لکھتے ہیں : "اب آگے بڑھنے سے قبل ہم موصوف سے ایک دلچسپ سوال پوچھنا چاہیں گے کہ کیا دسویں صدی ہجری میں دکتوراہ"ڈاکٹریٹ" ہوا کرتا تھا جو انہوں نے سعید بن عبد العزیز کا اختلاط نقل کرتے ہوئے رقم 6 پر " علامہ برکات بن احمد زید الدین ابن الکیال" التوفی 929ہجری کو" دکتور برکات بن احمد زید الدین ابن الکیال" التوفی 929 ہجری" کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔۔۔؟

موصوف یا تو عجلت کا شکار ہو گئے ہیں یاغفلت کا کہ دسویں صدی ہجری کے عالم کو" دکتور" کا لقب دے دیا ہے۔ یہ خود موصوف ہی طے کریں گے۔

قارئین کو موصوف کی عجلت وعدم تدبر کی محض ایک جھلک دکھلانا مقصود ہے کہ علماء پر تنقید کرنے اور نازیبا جملے کسنے والوں کا اپنا آخر یہ حال ہے۔۔۔!

عرض ہے کہ "دکتور" کا لفظ لکھتے وقت سہواً رہ گیا تھا اس سہو کی اطلاع مضمون کو سوشل میڈیا پر نشر کرنے کے دو دن بعد ایک دوست نے دی اور فوراً میں نے اس کی تصحیح کردی گئی۔

نظر ثانی کرتے وقت بھی اس کی طرف التفات نہ ہوسکا تھا ، دراصل پہلے وہاں پر میں نے دکتور جاسم محمد راشد کا نام لکھا تھا لیکن جب ان کی کتاب "مرویات المختلطین فی الصحیحین" میں امام سعید بن عبد العزیز التنوخی رحمہ اللہ کا نام نہیں ملا تو ان کا نام حذف کر دیا لیکن " دکتور " سہواً رہ گیا اور وہاں پر شیخ أبو البرکات محمد بن أحمد بن محمد المعروف بابن الکیال کا نام لکھ دیا باقی آپ نے اس سہو کو اچھال کر امین اوکاڑوی کی یاد تازہ کردی۔

اب آیئے دیکھتے ہیں کہ آپ کا اپنا کیا حال ہے جناب کا ابو حنیفہ کے تعلق سے ایک مضمون رقم الحروف کے پاس موجود ہے جس میں حافظ سخاوی کے ایک اقتباس کا ذکر کیا ہے اس اقتباس کی ایک عبارت مع جناب کا ترجمہ پیش خدمت ہے " وقد اعتُذِرَ عَنِ الِامام بأنہ کان یری أنَّہ لا یحدث إلا بما حفظہ منذُ سمعہ إلی أنْ أدَّاہ "
امام کو قلت روایت کے اعتبار سے یہ عذر دیا گیا ہے کہ وہ صرف صحیح احادیث روایت کرنے کا مذہب رکھتے تھے " عربی زبان سے ذرا سا بھی تعلق رکھنے والے حضرات مجھے یہ بتائیں کہ کیا یہ مذکورہ عربی عبارت کا صحیح ترجمہ ہے؟
قارئین کو انور شاہ راشدی صاحب کی کم علمی کی محض ایک جھلک دکھلانا مقصود ہے کہ محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ و دیگر علماء پر تنقید کرنے اور بے تکے اعتراضات کرنے والوں کا اپنا خود کا کیا حال ہے جبکہ ہم تو طالب علم ہیں
مذکورہ عبارت کا ترجمہ درج ذیل ہے " امام ابو حنیفہ کی جانب سے یہ عذر پیش کیا گیا ہے کہ آپ نے یہ اصول اپنایا ہوا تھا کہ آپ صرف انہیں احادیث کو روایت کریں گے جنہیں آپ نے سننے کے وقت سے لے کر بیان کرنے کے وقت تک یاد رکھا ہو "
جناب انور شاہ صاحب لکھتے ہیں :
"یہ درست ہے کہ محدثین نے سعید بن عبد العزیز کو "تغیر و اختلط" کے الفاظ سے ذکر کیا ہے اور ایسی کوئی تصریح بھی ہماری نظر سے نہیں گزری جس میں ان سے قبل از اختلاط و بعدہ سماع کرنے والوں کے مابین تفریق وتمیز کی گئی ہو۔ لیکن یاد رہے کہ اس راوی کا یہ اختلاط مضر نہیں، جیسا کہ اہل علم نے اس کی صراحت کر رکھی ہے۔ اور اس کی دو وجہیں ہیں:
1۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ ان کا اختلاط بہت قلیل مدت تھا جس کے بعد یہ جلد ہی وفات پا گئے۔
2۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اختلاط کے بعد حدیث بیان ہی نہیں کی اور نہ کسی کو خود سے روایت کرنے کی اجازت دی ہے۔
ذیل میں اس کی مدلل وضاحت ملاحظہ کیجیے۔
1-مسند احمد کے محققین علامہ شعیب الارناؤوط لکھتے ہیں :
قلنا: في إسناد المرسل سعيدُ بنُ عبد العزيز التنوخي الدمشقي، اختلط في آخر عمره، غير أنه لم يذكر الأئمةُ من سمع منه قبل الاختلاط أو بعده، فالظاهرُ أنه لم يُحَدِّث حال اختلاطه، وهو من أخصّ أصحاب مكحول"

مسند أحمد: جلد:28 صفحہ: 371،370

2- مسند ابی عوانہ کے محققین لکھتے ہیں :

"وسعيد بن عبد العزيز هو التّنوخي الدمشقي، ثقة إمام ... لكنه اختلط في آخر عمره، ولم أقف على نصٍّ لأحدٍ من الأئمة يُحَدّدُ مَنْ سمع منه قبل اختلاطه أو بعد ذلك، ولعلّ ذلك يرجع إلى قِصَرِ مدّة تَغيُّره، أو تضاؤل التغيّر"

مستخرج أبي عوانة ط الجامعة الإسلامية: 5/60

3- علامہ البانی رحمہ اللہ کے شاگرد شیخ مشہور حسن لکھتے ہیں:

" رواته كلهم ثقات، لكن سعيد بن عبد العزيز اختلط، وبعضهم قال: تغيّر، ولم يذكروا من روى عنه بعد الاختلاط، وأخشى أن لا يكون أحد سمع منه بعد الاختلاط"

إعلام الموقعين عن رب العالمين ت مشهور 6/585

4- موصوف نے سعید کے اختلاط کے حوالے سے علامہ البانی سے بھی ایک قول نقل کیا ہے جس میں اسے خفیف اختلاط پر محمول کرتے ہوئے اسے غیر مضر قرار دیتے ہیں، چنانچہ ایک جگہ وہ لکھتے ہیں:

"أو أن اختلاطه كان ضيقا لا يضر، وهو الذي يكني عنه بعضهم بأنه: تغير ؛ وهو ما وصفه به الحافظ حمزة الكناني، وهذا الوصف هو الذي يلتقي مع إطلاقات أئمة الجرح في الثناء عليه، كقول أحمد: ليس بالشام رجل أصح حديثا منه . وقول ابن معين فيه: حجة . ونحوه كثير"

سلسلة الأحاديث الصحيحة 7/ 691

حقیقت بھی یہی ہے کہ سعید بن عبد العزیز کا اختلاط ایک تو بہت مختصر تھا کہ اس کے بعد وہ روایت ہی نہ کر سکے۔ دوسرا دوران اختلاط روایت کرنے سے وہ رک گئے تھے. چنانچہ عباس دوری فرماتے ہیں :

"سمعت يحيى يقول: قال أبو مسهر: كان سعيد بن عبد العزيز قد اختلط قبل موته، وكان يُعْرَضُ عليه قبل أن يموت، وكان يقول: لا أُجِيْزُهَا"

سوالات الدوری جلد: 3 صفحہ 479 رقم: 5377

اب اس قدر واضح نص کے بعد بھی سعید کے اختلاط کو مضر قرار دینا اور آئمہ سے اقوال نقل کر کے لمبی چوڑی بحث کے بعد ان کا اختلاط مضر ثابت کر کے اس کی روایت کو رد کرنا سراسر نا انصافی بلکہ انصاف کا خون کرنے کے مترادف ہے۔ موصوف نے اختلاطِ سعید پر اقوال تو نقل کر دیے مگر انہی محدثین کے تعامل سے نظریں چرا لیں۔ محدثین نے سعید کو مختلط قرار دینے کے باوجود بھی ان کی کسی ایک روایت کو اختلاط کے باعث ضعیف قرار نہیں دیا۔

چنانچہ کویت کے معروف محقق شیخ محمد بن زیاد التکلہ رقم طراز ہیں:

قلت: فأما إعلال بعض المتأخرين بتغيّر سعيد بن عبد العزيز فغير سديد، إذ لم يُعِلَّ الحديث بهذا أحدٌ من الحفاظ، بل لا تجد مِن مُتقدِّميهم أحدا يُعل باختلاط سعيد أصلا، فهو أثبتُ الشاميين وأصحُّهم حديثا؛ كما قال الإمام أحمد وغيرُه، وما غمز فيه أحد، بل ساووه بالإمام مالك، وقدّموه على الأوزاعي، واحتج بروايته الشيخان وغيرُهما مطلقا، وقضيةُ اختلاطه أخذها مَن أخذها مِن قول تلميذه أبي مُسْهِر، فقد قال: "كان سعيد بن عبد العزيز قد اختلط قبل موته، وكان يُعرض عليه قبل أن يموت، وكان يقول: لا أجيزه

تاريخ ابن معين رواية الدوري: 5377

نیز شیخ التکلہ اپنے استاذ علامہ محدث عبد القادر الارناؤوط رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقد سألتُ شيخي المحدّث العلامة عبد القادر الأرناؤوط رحمه الله في منزله بدمشق سنة 1417 عن قول أبي مُسهر بتمامه: هل يُعَلُّ مع هذا النص باختلاط سعيد؟ فقال: لا. فظهر أن القصة التي فيها ذكرُ اختلاط سعيد؛ فيها أيضا امتناعُه عن التحديث حالَه، فلم يضر اختلاطه روايتَه، فمَن أخذَ أولَ القصة وتَرَكَ آخرها فقد حاد عن النهج العلمي"

أرشيف ملتقى أهل الحديث، عدد 2: 167/ 31

یہ ہے اہل علم کا نقد، تعامل اور منہج کہ تمام صورت حال کو مد نظر رکھتے ہوئے کوئی فیصلہ دیتے ہیں، یہ نہیں کہ بس ایک بات کو دیکھ کر تفصیل اور گہرائی میں جائے بغیر کوئی حکم نامہ جاری کر دیا جائے جیسا کہ ہمارا موجودہ طرز تحقیق ہے "
جواباً عرض ہے کہ غالی مقلد ابو حفص اعجاز اشرفی دیوبندی کذاب نے امام مؤمل بن اسماعیل رحمہ اللہ پر جمہور کی جرح ثابت کرنے کی ناکام کوشش میں الزامی جوابات میں محدث مبارک پوری ، شیخ البانی ، شیخ ابو اسحاق الحوینی ، شیخ عبدالمنان نور پوری ، شیخ شعیب الارناؤوط وغیرہ کے حوالے نقل کئے اس کے جواب میں انور شاہ راشدی صاحب کے ممدوح کفایت اللہ سنابلی صاحب نے لکھا " عرض ہے کہ ان میں کوئی بھی ناقد امام نہیں ہے بلکہ ان میں بیشتر تو عصر حاضر کے علماء ہیں اسلیے یہ سارے حوالے غیر معتبر ہیں " انوار البدر صفحہ: 455 -
تو انور شاہ راشدی صاحب چونکہ کفایت اللہ سنابلی کے دفاع میں اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اس لیے کفایت اللہ سنابلی صاحب کے الفاظ میں ہی عرض ہے کہ " ان میں کوئی بھی ناقد امام نہیں ہے بلکہ یہ سارے ہی عصر حاضر اور ماضی قریب کے علماء ہیں اس لیے یہ سارے حوالے غیر معتبر ہیں "
کیا امام سعید بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے اختلاط کے بعد روایت بیان کرنا بند کر دیا تھا ؟ کیونکہ امام ابو مسھر نے کہا :
"كان سعيد بن عبد العزيز قد اختلط قبل موته، وكان يُعْرَضُ عليه قبل أن يموت، وكان يقول: لا أُجِيزُهَا"

تاريخ يحيى بن معين برواية العباس الدوري :ج 2 ص 204 ت،ح 5377
جواب 1-ابو القاسم حمزہ بن محمد بن علی بن العباس المصری الکنانی رحمہ اللہ ایک حدیث پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں
" هذا حديث منكر باطل ــــــــــ من حديث سعيد ، فإن كان عبد الملك سمعه من سعيد، فإنما سمعه بعد الاختلاط"
تحفۃ الاشراف: ج 10 ص 408 ح 15139 ، دوسرا نسخہ ج 11 ص 25
اسی ایک حوالے سے ثابت ہوجاتا ہے کہ امام سعید بن عبد العزیز التنوخی رحمہ اللہ نے اختلاط کے بعد بھی روایات بیان کی ہیں۔
2-محدث العصر محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

واعلم أن هذه الوجوه الثلاثة مدارها كلها على سعيد بن عبد العزيز التنوخي، وهو وإن كان ثقة إماما، سواه الإمام أحمد بالإمام الأوزاعي، فإنه كان اختلط في آخر عمره، فلعله حدث به في اختلاطه، فاضطرب فيه كما رأيت، ومن الممكن أن يكون بعضها من غيره كالوجه الثالث۔

سلسلة الأحاديث الصحيحة: ج5 ص619 تحت ح2476

شیخ البانی رحمہ اللہ نے یہ کلام ہماری زیر بحث روایت پر ہی کیا ہے۔

ایک روایت کی تحقیق میں فرماتے ہیں : " اسناده ثقات لولا ان التنوخي كان اختلط في آخر عمره، لكنه قد توبع" صحیح ابن خزیمہ: ج ۲ ص ۹۷۹ ح۲۰۳۸۔

ایک روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں " سعيد بن عبد العزيز المختلط الذى فى اسناد الذى قبله فيحتمل ان يكون قد اسقط من بينهما "

التعليقات الحسان على صحيح ابن حبان : 10/440،441 ح۷۴۲۲۔

3- شیخ وصی اللہ بن محمد عباس حفظہ اللہ ، سعید بن عبد العزیز التنوخی کے بارے میں ایک روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"ثقه لكنه مختلط ۔۔۔۔۔۔ ووصفه بالاختلاط ابو مسهر وابن معين وأبو داود وروى عنه شعبة والثورى قبل الاختلاط لانهما ماتا قبله، مات (١٦٨) على خلاف ولم يتبين سماع عثمان منه قبل الاختلاط أم بعده" فضائل الصحابہ لابن حنبل: ج۲ ص۱۲۴۷ حاشیہ ح ۱۹۴۶

4- شیخ أحمد بن سلیمان بن أیوب ایک روایت پر کلام کرتے ہوئے کہتے ہیں

"رجاله ثقات إلا أن سعيد بن عبد العزيز التنوخيى قد اختلط ،ولايدرى أسمع من مروان قبل أم بعد الاختلاط فالاسناد ضعيف "

موسوعہ محاسن الإسلام ورد شبهات اللئام: ج۹ ص۴۴۰

5- شیخ عبد السلام بن محسن لکھتے ہیں

"سعيد بن عبد العزيز ثقه، اختلط أيضاً، ولم يتضح لي هل سماع رواد من سعيد قبل اختلاطه أم بعده ۔۔۔۔۔۔ فالأثر ضعيف "

دراسة نقديه فى المرويات الواردة فى شخصيه عمر بن الخطاب رضى الله عنه وسياسته الإداريه: ج۲ ص۸۸۹۔

6- مسند احمد کے محققین علامہ شعیب الارناؤوط اور شیخ عادل مرشد لکھتے ہیں

" فان كان سمعه من سعيد ، فانما سمعه بعد الاختلاط"

تخریج مسند احمد 13/113 ۔

ان محققین کا سعید بن عبد العزیز کی روایات پر اختلاط والا اعتراض بیان کرنا اور ان کے اختلاط کو مضر قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ امام سعید بن عبد العزیز التنوخی نے اختلاط کے بعد بھی روایات بیان کی ہیں اور ان کی روایات میں اختلاط حائل ہے۔

شاید اسی لیے شیخ البانی و دیگر محققین نے ان کی روایات کے تحت بار بار ان کے اختلاط کا ذکر کیا ہے ایک روایت کی تحقیق میں شیخ البانی رحمہ اللہؒ فرماتے ہیں: " إسناده ثقات لولا أن التنوخي كان اختلط في آخر عمره، لكنه قد توبع "

صحیح ابن خزیمہ ج ۲ ص ۹۷۹ ح۲۰۳۸۔

ثابت ہوا شیخ البانی رحمہ اللہؒ ان کے اختلاط کو مضر مانتے تھے۔صحیحین میں جن مختلط راویوں سے احتجاج کیا گیا ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ وہ روایتیں انکے اختلاط سے پہلے کی ہیں۔

امام تقی الدین ابن الصلاح رحمہ اللہ نے کہا " واعلم ان مَن کان مِن ھذا القبیل محتجاً بروایتہ فی الصحیحین او احدھما فانا نعرف علی الجملۃ ان ذالک مما تمیز وکان ماخوذاً عنہ قبل الاختلاط "

اور جان لو جو راوی اس قسم کا ہو اس کی روایت صحیحین یا ان میں سے کسی ایک میں موجود ہو تو ہم بالجملۃ یہ جانتے ہیں کہ اس میں تمیز کیا گیا ہے اور یہ اس کے اختلاط سے پہلے اخذ کیا گیا ہے ۔

علوم الحدیث لابن الصلاح ص 397،398 ، النوع الثانی الستون ، دار الفکر ت حافظ نور الدین عتر ۔

اس اصول کے تحت امام أبو محمد سعید بن عبد العزیز التنوخی الدمشقی سے درج ذیل راویوں نے اختلاط سے قبل سنا ہے :

(۱) أبو بكر مروان بن محمد الدمشقي { صحيح مسلم: ح۲۹، وح۱۰۷۱، وح۶۵۷۲} ۔

(۲) أبو العباس الوليد بن مسلم الدمشقي { صحيح مسلم: ح۲۶۳۰} ۔

(۳) أبو مسهر عبد الأعلى بن مسهر الدمشقي { صحيح مسلم: ح۶۵۷۳ ، ۶۵۷۴} ۔

شیخ وصي اللہؒ بن محمد عباس حفظہ اللہؒ نے سعید بن عبدالعزیز التنوخی کے بارے میں فرمایا " ثقۃ لکنہ مختلط ---------------- روی عنہ شعبۃ و الثوری قبل الاختلاط لانھما مات قبلہ مات ۱٦۸ علی خلاف ------- " فضائل صحابہ ص 1247 حاشیہ حدیث 1946 ۔

ثابت ہوا سعید بن عبدالعزیز التنوخی نے اختلاط کے بعد بھی روایات بیان کی ہیں۔

ان مذکورہ رواۃ کے علاوہ کسی بھی راوی کا سعید بن عبدالعزیز التنوخی سے اختلاط سے پہلے سماع ثابت نہیں ابو نصر التمار کا بھی نہیں۔
ہم نے لکھا تھا " عبدالملک بن عبدالعزیز القشیری ابونصر التمار کا امام سعید بن عبدالعزیز التنوخی سے سماع قبل از اختلاط کسی بھی *ٹھوس* دلیل سے ثابت نہیں "

اور الحمدللہ راشدی صاحب بھی کسی ٹھوس دلیل سے ابونصر التمار کا امام سعید بن عبدالعزیز التنوخی سے قبل از اختلاط سماع ثابت نہیں کر پائے ہیں۔
جناب انور شاہ راشدی صاحب لکھتے ہیں : " علاوہ ازیں موصوف کو چاہیے تھا کہ گرمی گفتار کی بجائے سوچ سمجھ سے کام لیتے ہوئے کم ازکم پہلے شیخ زبیر رحمہ اللہ کا اصول یا منہج ہی دیکھ لیتے، کیونکہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے کہیں بھی ان کے اختلاط کا اعتبار نہیں کیا، بلکہ کئی جگہ سعید بن عبد العزیز عن سلیمان بن موسی کی سند کو صحیح کہا ہے۔
مثلا دیکھئے:
1۔ مقالات (ج 1 ص: 332)
2۔ مقالات (ج 1 ص: 631)
3۔ مقالات (ج 3 ص: 355)
عرض ہے کہ " سعید بن عبد العزیز عن سلیمان بن موسی" پر ہم کو اعتراض نہیں الا کہ سعید سے روایت کرنے والے کا سماع اُن سے اختلاط سے پہلے کا ہو اور جس روایت کو آپ لوگ اپنی دلیل بنائے ہوئے ہیں اس میں سلیمان بن موسی کا زبردست تفرد ہے اور کوئی بھی معتبر متابعت موجود نہیں کیونکہ سلیمان کے پاس عجیب و غریب روایات تھی جن میں انکی متابعت موجود نہیں اسی طرح سعید بن عبد العزیز کا اختلاط بھی ہے ۔اور مقالات جلد1 ص332 پر صحیح ابن حبان: ح٦٩٣، ومسند أحمد: ج٢ ص٨، وص٣٨ ح٤٥٣٥، وح٤٩٦٥، وسنن أبو داود: ح٤٩٢٤} اور و مقالات (ج1 ص631) کی جس روایت کو شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے اس روایت میں سعید بن عبد العزیز سے روایت بیان کرنے والے " الولید بن مسلم الدمشقی " ہیں اور انکی سعید بن عبد العزیز سے روایت قبل از اختلاط ہے ابو العباس الولید بن مسلم الدمشقی کی سعید بن عبد العزیز سے روایت { صحیح مسلم: ح٢٦٣٠} میں موجود ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ الولید بن مسلم الدمشقی کا سعید بن عبد العزیز سے سماع قبل از اختلاط ہے۔ اور مقالات (ج3 ص355) پر ایسی کوئی بات موجود ہی نہیں ہے ۔البتہ {مقالات: ج 4 ص 356} پر دو روایت ہیں جس کی سند کو شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے امام مکحول کی توثیق میں صحیح کہا ہے۔

جناب انور شاہ راشدی صاحب لکھتے ہیں: " سعید بن عبد العزیز کے لیے ان کے شاگرد ابو مسہر نے جہاں ان کے اختلاط کا لفظ استعمال کیا ہے وہیں انہوں نے یہ بھی صراحت کر دی ہے کہ سعید نے اختلاط کے بعد روایت روک دی تھی "

عرض ہے کہ امام حمزۃ بن محمد الکنانی الحافظ رحمہ اللہ ایک حدیث پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں " فإن کان عبد الملک سمعہ من سعید، فإنما سمعہ بعد الاختلاط "پس اگر عبد الملک نے اسے سعید بن عبد العزیز سے سنا ہے تو بے شک اس سعید بن عبد العزیز التنوخی سے اختلاط کے بعد سنا ہے ۔ {تحفۃ الأشراف: ج۱۰ ص۴۰۸ ح۱۵۱۳۹ بتحقیق الدکتور بشار عواد معروف ، دوسرا نسخہ ج ۱۱ ص ۲۵ ح ۱۵۱۳۹

ثابت ہوا کہ امام سعید بن عبد العزیز التنوخی رحمہ اللہ نے اختلاط کے بعد بھی روایات بیان کی ہیں۔

جناب انور شاہ راشدی صاحب لکھتے ہیں: " علاوہ ازیں دو آئمہ: امام ابوداود اور حمزہ الکنانی سے تغیر کا لفظ منقول ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا اختلاط مضر تھا بھی نہیں بلکہ معمولی تغیر کا مسئلہ تھا "

عرض ہے کہ امام ابو مسہر، حافظ ابن حجر رحمھم اللہ سے تو اختلاط کی جرح کی ہے اور امام حمزہ الکنانی رحمہ اللہ سے بھی اختلاط کا لفظ ہی منقول ہے جیسا کہ اوپر " تحفۃ الأشراف للمزی " کے حوالے سے گزر چکا ہے اور یہ اقوال اسکی ان شاگردوں کی بیان کردہ روایات کو اختلاط سے مشکوک بنا دیتے ہیں جن کا قبل از اختلاط سماع ثابت نہیں۔ مثلاً شیخ البانی رحمہ اللہ ایک روایت کی تحقیق میں فرماتے ہیں: " إسنادہ ثقات لولا أن التنوخی کان اختلط في آخر عمرہ، لکنہ قد توبع " { صحیح ابن خزیمۃ ج ۲ ص ۹۷۹ ح۲۰۳۸} لھذا راشدی صاحب کا یہ پینترا کام نہیں کرنے والا۔

جناب انور شاہ راشدی صاحب لکھتے ہیں : " اور یہ تو شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ تغیرِ حفظ مضر نہیں ہے،چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''حافظ ابن حجر نے تقریب التھذیب میں کہا:''صدوق تغیر حفظہ لما قدم بغداد وکان فقیھا. ''بہت سچے ہیں. جب آپ بغداد تشریف لائے تو آپ کا حافظہ متغیر ہو گیا اورآپ فقیہ تھے." (۳۸۶۱)

سابقہ عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ تغیرِ حفظ کی وجہ سے ابن ابی الزناد کی حدیث ضعیف نہیں ہوئی، بلکہ حسن لذاتہ کے درجہ پر ہے، لھٰذا یہاں تغیرِحفظ مضر نہیں ہے۔"(مقالات4/375،376)

جواباً عرض ہے کہ سعید بن عبدالعزیز کو صرف تغیر حفظ نہیں ہوا تھا بلکہ اختلاط ہوا تھا اور وہ سابقہ عبارت بھی آپ نقل کردیتے جو شیخ زبیر رحمہ اللہ نے نقل کی ہے چلیں ہم نقل کردیتے ہیں " امام ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا : "۔۔۔۔۔۔۔وھو ثقہ عند الجمھور وتکلم فیہ بعضھم بما لا یقدح فیہ ......" {نتائج الأفکار فی تخریج أحادیث الأذکار: ج ۱ ص ۲۹۹}

یہ تو تھی سابقہ عبارت تو جناب امام عبد الرحمٰن بن ابی الزناد المدنی رحمہ اللہ پر صرف تغیر حفظ کا ہی قول ملتا ہے ہے اور یہ تغیر بھی بغداد جانے کے بعد ہوا اور تغیر کے بارے میں خود آپ کا کہنا ہے کہ مضر نہیں اور اختلاط کی جرح تو ان پر ہوئی ہی نہیں ہے لہذا مغالطہ نہ دیں چونکہ معمولی تغیر حفظ ہے اسلیے شیخ زبیر رحمہ اللہ نے کہا : " لہٰذا یہاں تغیرِ حفظ مضر نہیں ہے" اور راشدی صاحب تغیرِ حفظ تو آپ کے نزدیک بھی مضر نہیں۔

رہی بات امام سعید بن عبد العزیز التنوخی رحمہ اللہ کی تو امام ابو مسہر ، حافظ ابن حجر اور امام حمزہ الکنانی رحمھم اللہ نے مختلط قرار دیا بلکہ بحوالہ {تھذیب التھذیب: ج٤ ص٦١} امام ابن معین رحمہ اللہ نے بھی " اختلط قبل موتہ " کہا ہے۔لہذا آپ کا یہ الزامی جواب بھی آپ کے کام نہ آسکا ۔

جناب انور شاہ راشدی صاحب لکھتے ہیں: " اس کے علاوہ سعید بن عبد العزیز کی کئ احادیث کو بغیر تلامذہ کی تفریق کئے ہوئے محدثین نے صحیح قرار دیا ہے حتیٰ کہ بعض محدثین نے ان سے ابو نصر التمار عبد الملک بن عبد العزیز کی حدیث کو بھی صحیح کہا ہے ۔امام ابن حبان رحمہ اللہ نے تو اسی حدیث کو صحیح میں نقل کیا جس کا مطلب انہوں نے سعید سے ابو نصر التمار کی حدیث کو صحیح کہا ہے ۔

نیز امام ابوعوانہ کی متخرج والی احادیث کو حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ابوعوانہ کی نظر میں صحیح مانتے تھے۔ (دیکھئے:مقالات: ج 2 ص: 100،مقالات: ج 2 ص: 199،مقالات: ج 4 ص: 26)

اور ابوعوانہ نے اس کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (دیکھئے:المسند المستخرج علی صحیح مسلم لأبي نعیم 2/ 74)

جناب کا کہنا ہے کہ " امام ابوعوانہ" کی متخرج والی احادیث کو حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ابوعوانہ کی نظر میں صحیح مانتے تھے۔ اور ابوعوانہ نے اس کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (دیکھئے:المسند المستخرج علی صحیح مسلم لأبي نعیم 74 /2) لابی نعیم 74 /2)

تصحیح امام ابو عوانہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب حوالہ امام ابو نعیم رحمہ اللہ کی متخرج کا جواب انور شاہ راشدی صاحب یا تو عجلت کا شکار ہو گئے ہیں یا غفلت کا یہ خود موصوف ہی طے کریں گے۔

قارئین کو انور شاہ راشدی صاحب کی عجلت وعدم تدبر کی محض ایک جھلک دکھلانا مقصود تھی۔

اب عرض ہے کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ تصحیح حدیث میں متساہل ہیں اس پر ہم دلائل اپنے مضمون میں دے چکے ہیں۔

اور اس پر بھی ہم دلائل دے چکے ہیں کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے مختلط راویوں کی اختلاط کے بعد والے شاگردوں سے بیان کردہ روایات کو بھی صحیح قرار دیا ہے۔

تو امام ابن حبان رحمہ اللہ کا ابو نصر التمار کی سعید سے روایت کو صحیح قرار دینا کوئی تعجیب کی بات نہیں۔ اور المستخرج کا فی نفسہ وہ مقام نہیں، جو صحیح مسلم کا ہے۔امام ابو عوانہ رحمہ اللہ نے " شعبۃ عن المنہال بن عمرو ـــ" طرق کو صحیح قرار دیا ہے ۔

صحیح مسند أبي عوانۃ ج ٥ ص ٥٣ ح ٧٧٦٤ دوسرا نسخہ ج ١٦ ص ٣١ ، ٣٢ ح ٨٢٠٧}

بلکہ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے بھی " شعبہ عن المنہال بن عمرو ـــ " طرق کو صحیح قرار دیا ہے { صحیح ابن حبان: ج١٢ ص٤٣٤ ح٥٦١٧ بتحقیق شعیب الأرنؤوط وقال المحقق : "إسنادہ صحیح علی شرط البخاري"*}

لیکن کفایت اللہ سنابلی صاحب اور جناب کے پیروکار اس طرق کو صحیح نہیں مانتےامام ابو نعیم رحمہ اللہ نے : " علی بن صالح عن سماک بن حرب...." کو بھی صحیح قرار دیا ہے {المسند المستخرج علی صحیح الإمام مسلم : ج ١ ص ٣٩ ، ٤٠ ح٩}

جبکہ علی بن صالح کا سماک بن حرب سے قبل از اختلاط سماع ثابت نہیں۔

کفایت اللہ سنابلی صاحب نے لکھا : "امام عبد الرزاق آخر عمر میں مختلط ہو گئے تھے"

مزید لکھتے ہیں : " معلوم ہوا امام عبد الرزاق آخیر میں مختلط ہوگئے تھے ، لہذا ان سے جن لوگوں نے اختلاط کے بعد روایت کی ہے وہ حجت نہیں اور زیر تحقیق روایت کو اسحاق الدبری نے روایت کیا اور انھوں نے امام عبد الرزاق کے اختلاط کے بعد روایت کی ہے "

{یزید بن معاویہ (رضی اللہ عنہ) پر الزامات کا تحقیقی جائزہ ص257-256}

جبکہ اسحاق بن ابراہیم الدبری کی امام عبد الرزاق بن ہمام سے روایت کو امام ابو عوانہ و امام ابو نعیم رحمھم اللہ دونوں نے صحیح قرار دیا ہے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں :

امام ابو عوانہ رحمہ اللہ نے فرمایا : "حدثنا اسحاق بن ابراہیم الدبری قال انبا عبدالرزاق ـــــــ" {مسند أبي عوانۃ : ج ١ ص ٢٣ ح ١٩} حدثنا اسحاق بن ابراہیم الدبری عن عبدالرزاق ـــــــ" {مسند أبي عوانۃ ج١ ص٩٤ ح٢٩٣}

مسند أبي عوانہ ج ١ ص٢٧٠ ح٩٤١، و ص٤٢٥ ح١٥٨٣ وغیرہ۔

بلکہ امام ابو عوانہ رحمہ اللہ نے ان سے اپنی مسند میں سو سے زیادہ روایتیں لی ہیں امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے بھی اسحاق بن ابراھیم الدبری کی عبد الرزاق سے روایات میں حجت پکڑی "إسحاق بن إبراهيم الدبري أنبأ عبد الرزاق " {المسند المستخرج علی صحيح الإمام مسلم ج ۱ ص ۱۱۳ ح ۱۰۹} ۔ المسند المستخرج علی صحيح الإمام مسلم لأبي نعيم الأصفهاني : ج ۱ ص ۱٤٦ ح ۲۰٦، ج ۱ ص ۱٦۲ ح ۲۵۱ ، و ج ۱ ص ۲۰۷ ح ۳٦۰، و ج ۱ ص ۳۰۱ ح ۵٦۱ ۔

بلکہ امام أبو نعیم رحمہ اللہ نے بھی ان سے اپنی متسخرج میں سو سے زیادہ روایتیں لی ہیں۔لیکن پھر بھی آپ کے کفایت اللہ صاحب کے نزدیک اسحاق الدبری نے امام عبد الرزاق سے اختلاط کے بعد روایت کی ہے ۔

لهذا امام ابو نعیم رحمہ اللہ کا " ابو نصر التمار کی سعید بن عبد العزیز " سے روایت کو صحیح قرار دینا مشکوک ہے اور یہ اس بات کو ثابت نہیں کرتا کہ ابو نصر التمار کا سعید بن عبد العزیز سماع قبل از اختلاط ہے۔

جناب انور شاہ راشدی صاحب لکھتے ہیں : " نیز حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: " جن محدثین کرام نے اس روایت کو صحیح یا قوی قرار دیا ہے، ان کے نزدیک (بشرط تسلیم اختلاط)یہ روایت حماد نے اختلاط سے پہلے بیان کی ہے (مقالات:ج2 ص 413) "

عرض ہے کہ کفایت اللہ سنابلی نے لکھا : " حماد بن سلمہ پر اختلاط کا الزام درست نہیں امام ابن معین رحمہ اللہ نے اس کی تردید کی آپ فرماتے ہیں : " حديث حماد بن سلمه فی أول أمره، وآخر أمره واحد " حماد بن سلمہ کی شروع اور آخر کی تمام احادیث ایک جیسی ہیں۔ {تاريخ يحيى بن معين برواية العباس الدوري: ج ٤ ص ۳۱۲ ت ٤۵٤۷} ط انوار البدر ۔

چونکہ یہ بات ثابت ہے کہ حماد بن سلمہ کی شروع سے آخر تک کی تمام احادیث ایک جیسی ہیں لهذا جناب کا دیا ہوا یہ الزامی جواب مردود ثابت ہوگیا

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو شاید اس قول کے بارہ میں علم نہیں ہوسکا اس لیے وہ حماد بن سلمہ کے اختلاط کی وجہ سے انکی اختلاط کے بعد والی روایات پر جرح کرتے رہے اور انہیں مختلط مانتے رہے ۔

اب چونکہ یہ بات ثابت ہے کہ حماد بن سلمہ کی احادیث کا معاملہ شروع سے آخر تک ایک جیسا ہی رہا ہے اور مقالات ج 2 ص 413 کی روایت بھی اسی قبیل سے ہیں لهذا آپ کا الزامی جواب مردود ثابت ہوگیا کیونکہ سعید بن عبد العزیز التنوخی کے بارے میں ایسا کچھ بھی ثابت نہیں۔

جناب انور شاہ راشدی صاحب لکھتے ہیں: " حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ دوسری جگہ لکھتے ہین : " محدثین کی تصحیح سے یہی ظاہر ہے کہ عبد الوارث بن سفیان کا ان سے سماع اختلاط سے پہلے کا ہے" (مقالات: ج6 ص133)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ تیسری جگہ لکھتے ہیں:
"جمہور محدثین کرام کا اس کی بیان کردہ حدیث کو حسن یا صحیح قرار دینا اس کی دلیل ہے کہ عمرو بن مرہ کا عبداللہ بن سلمہ سے سماع اس کے اختلاط سے پہلے کا ہے، لہٰذا اس سند پر اختلاط کا الزام مردود ہے۔"(اضواء المصابیح ص 96 رقم (58) نیز دیکھیں:الحدیث شمارہ 26،ص4)
عرض ہے کہ: شیخ زبیر رحمہ اللہ نے کی پوری عبارت یوں ہیں : " قاسم بن اصبغ کا اختلاط کے بعد احادیث بیان کرنا ثابت نہیں اور محدثین کی تصحیح سے یہی ظاہر ہے کہ عبد الوارث بن سفیان کا ان سے سماع اختلاط سے پہلے کا ہے " جب قاسم بن اصبغ کا اختلاط کے بعد احادیث بیان کرنا ثابت نہیں ہے تو ان کا اختلاط مضر کیوں ہوگا ؟ جبکہ سعید بن عبدالعزیز التنوخی کا اختلاط کے بعد روایت بیان کرنا ثابت ہے۔لہذا آپ کا یہ الزامی جواب بھی مردود ثابت ہوا۔
رہا عمرو بن مرہ کا عبد اللہ بن سلمہ سے اختلاط والی روایت تو عرض ہے کہ عبد اللہ بن سلمہ کو اختلاط ہوا ہی نہیں تھا بلکہ امام ابو بکر البیھقی رحمہ اللہ نے کہا "کان تغیر فی آخر عمرہ" اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا " تغیر حفظہ " .
خود آپ نے میرے جواب میں سعید بن عبدالعزیز التنوخی کے تعلق سے لکھا ہے "امام ابوداود اور حمزہ الکنانی سے تغیر کا لفظ منقول ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا اختلاط مضر تھا بھی نہیں بلکہ معمولی تغیر کا مسئلہ تھا " گویا کہ آپ اختلاط اور تغیر میں تفریق کے قائل ہیں تو جناب سعید بن عبدالعزیز التنوخی کے بارے میں اختلاط کی جرح تو موجود ہے لیکن عبد اللہ بن سلمہ کے بارے میں صرف " تغیر " کا لفظ منقول ہے لہذا آپ کا یہ الزامی جواب بھی بے کار گیا۔
جناب انور شاہ راشدی صاحب لکھتے ہیں : "معلوم ہوا کہ سعید بن عبد العزیز بھی معمولی تغیرِ حفظ کے شکار ہوئے تھے جو مضر نہیں ہے نیز اس تغیر کے بعد انہوں نے روایت بیان کرنا بھی بند کر دیا تھا۔ اس لئے ان کی حدیث پر اختلاط اور تغیر کی جرح کرتے ہوئے رد کرنا بالکل غلط ہے۔حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے اصولوں سے بھی ان کا تغیر مضر نہیں ہے جیسا کہ پہلے ثابت کیا گیا ہے۔
اللہ تعالی اخلاص نیت کی توفیق عنایت فرمائے اور خدمت دین کی راہ پر استقامت عطاء فرمائے،
تنبیہ :
یہ مضمون پہلے ہماری اجازت کے بغیر کچھ احباب نے غلطی سے سوشل میڈیا پر نشر کردیا تھا اس میں کتابت کی اغلاط تھی جسے ہم نے اپنے مخاطب صاحب کو میسج کرکے غیر معتمد قرار دیا ہے اور غلطیوں کی اصلاح کی ہے باقی ان سے محفوظ بھی کون ہے لہذا کمپوزنگ کی کوئی غلطی ہو تو راقم الحروف کو تنبیہ کر دیں۔

خلاصہ کلام

اس تفصیلی بحث سے ثابت ہوا کہ امام سعید بن عبد العزیز نے اختلاط کے بعد بھی روایات بیان کی ہیں اور ان کی آخری عمر کی روایات میں اختلاط حائل ہے اور ابو نصر التمار کا سعید سے قبل از اختلاط سماع ثابت نہیں جیسا کہ ثابت کیا جاچکا ہے واللہ اُعلم والحمد للہ ، اللہ تعالی ہمیں ہمیشہ حق کا دفاع کرنے کی توفیق بخشے اور صراط مستقیم پر ہمیشہ قائم و دائم رکھے آمین

کیا سیدنا زبیر بن عوام کا سر سیدنا علی کے دربار میں پھینکا گیا

تحریر: طلحہ سلفی

جناب مولوی کفایت اللہ سنابلی نے حمایت یزید میں اُصول حدیث کے ساتھ وہ کھلواڑ کیا ہے جو شاید ہی کسی نے کیا ہو، صحیح کو ضعیف، اور ضعیف کو صحیح، اسی سلسلے میں مولوی کفایت اللہ سنابلی صاحب نے عبید اللہ بن زیاد کو قتل حسین سے بلکل بری ثابت کرنے کے لئے سیدنا علی رضی اللہؓ تعالی عنہ پر ابنِ زیاد والا الزام ثابت کرنے کے لئے ضعیف حدیث کو بھی صحیح کہہ دیا۔ چنانچہ موصوف نے ابن سعد سے ایک روایت کو نقل کیا جِس میں ہے کہ:

أخبرنا الفضل بن دكين قال: أخبرنا عمران بن زائدة بن نشيط، عن أبيه، عن أبي خالد الوالبي قال: " وجاء برأسه إلى الباب فقال: أئذنو لقاتل الزبير، فسمعه علي فقال: بشر قاتل إبن صفية بالنار، فألقاه وذهب"

اس کے بعد زبیر کا سر لے کر علی کے دروازے پر پہنچا اور کہا: زبیر کے قاتل کو اجازت دیں، سیدنا علی نے یہ بات سن لی اور کہا: ابن صفیہ کے قاتل کو جہنّم کی بشارت دو، پھر اس نے زبیر کا سر وہیں پھینکا اور چلا گیا۔

ابن سعد فی الطبقات الکبری جلد 3 صفحہ :110

موصوف اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ: "اس روایت کی سند بلکل صحیح ہے اس کے تمام رجال ثقہ ہیں، اور سند بھی متصل ہے"

یزید بن معاویہ پر الزامات للسنابلی صفحہ: 375

جواب:

جِس روایت کو سنابلی صاحب نے صحیح کہا ہے نہ تو وہ صحیح ہے، اور نہ ہی متّصل ہے، آیئے دیکھتے ہیں اس میں کیا علّت ضعف ہے

پہلی علّت:

عمران کا باپ "زائدہ بن نشیط" ہے، جو مجھول الحال ہے اِمام ابن القطان الفاسی (المتوفی ٦٢٨ ھ) فرماتے ہیں کہ: "زائدۃ بن نشیط والد عمران، لا تعرف حالہ" یعنی زائدہ جو عمران کا باپ ہے، اُسکے حالات معلوم نہیں ہو سکے،

بیان الوھم والایہام جلد:4 صفحہ:179

زائدہ بن نشیط کے بارہ میں محدّث العصر علامہ البانی رحمہ اللہ جو سنابلی کے نزدیک بھی معتبر ہیں لکھتے ہیں کہ:

قلت: إسناده ضعيف، زائدة مجهول الحال

میں البانی کہتا ہوں کہ: اس کی سند ضعیف ہے، کیونکہ زائدہ مجہول الحال ہے۔

ابن خزیمہ بتحقیق البانی رقم الحدیث 1159

سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ رقم الحدیث: 1359

علامہ البانی رحمہ اللہ کے مشہور شاگرد شیخ ابو اسحاق الحوینی لکھتے ہیں کہ:

"لم یوثقہ الا ابن حبان"

ابن کے علاوہ کسی نے بھی اسکی توثیق نہیں کی ہے

نثل النبال بمعجم الرجال رقم الراوی: 1107

یمن کے مشہور محقق و محدّث مقبل بن ھادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

"فعلی ھذا فنزائدة مجهول الحال ولا یرتقی حدیث الی الحسن، فالحدیث ضعیف"

یعنی اس حدیث کی بنیاد زائدہ مجہول الحال پر ہے، اور اس کی حدیث صحیح تو دور کی بات حسن درجے تک بھی نہیں پہنچتی اس لئے یہ حدیث ضعیف ہے۔

دوسری علّت:

ابن عبد البر المتوفی 463 ہجری لکھتے ہیں کہ:

"ابو خالد الوالبی.... وروی عن علی ولم یسمع منہ"

یعنی ابو خالد حضرات علی سے بھی روایت کرتا ہے لیکن اِس نے علی سے نہیں سنا، لہٰذا اِس کی علی سے بیان کردہ روایت مرسل "منقطع" ہوگی۔

الاسغناء لابن عبد البر رقم الراوی: 653

ابو حذیفہ، نبیل بن منصور کہتے ہیں کہ:

"واسنادہ منقطع، لان ابا خالد الوالبی لم یسمع من علی"

یعنی اِس کی سند منقطع ہے کیونکہ ابو خالد والبی نے علی رضی اللہ تعالی عنہ سے سنا ہی نہیں ہے۔

انیس الساری جلد:1صفحہ:2529

حاصل کلام

اس مختصر اور جامع بحث سے واضح ہوتا ہے کہ کفایت اللہ سنابلی کی پیش کردہ یہ روایت بھی نہایت ضعیف ہے، جس کو دھوکا دے کر عوام کو یہ مغالطہ دیا کہ یہ